سونے، چاندی کے زیورات اور انکے

اسلامی احکام

ڈاکٹر مفتی
عبدالواحد دامت برکاتہم

جامعہ دار التقویٰ

فہرستِ ابواب

عرض اول

بسم اللہ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

سونے چاندی اور سناروں سے متعلق کاروباری شعبہ میں اسلامی احکام کے اعتبار سے غفلت اور لاپرواہی اسی طرح ہے جس طرح کاروبار کے دیگر شعبوں میں ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ہر دور میں ہوتے ہیں جو اس بات کا احساس اور یقین رکھتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اور ان کی فلاح و کامیابی اسی میں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے بن کر رہیں اور عقائد و عبادات کی طرح اپنے معاملات کو بھی اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق چلائیں۔ ایسے ہی لوگوں کی توجہات اس کتاب کو لکھنے کا باعث ہوئی اور ان ہی حضرات کی کوششوں کا اس کتاب کی تکمیل اور اس کی نشر و اشاعت میں بڑا حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اجر عظیم عطا فرمائیں۔

بہت سے لوگوں کے ذہنوں میں یہ خیال بیٹھا ہوا ہے کہ فریقین کی رضامندی سے جو معاملہ طے ہو جائے بس وہ صحیح ہے اور دین و شریعت کے منافی نہیں ہے۔ ایسا انہوں نے اپنی کم علمی اور کم فہمی سے سمجھا ہے لیکن اللہ تعالیٰ جو عالم کو پیدا کرنے والے ہیں وہ افعال اور ان میں منحصر فوائد و نقصانات سے خوب باخبر ہیں۔ اس لیے انہوں نے اپنے بندوں کی دنیوی و اخروی فلاح کے لیے وہ اصول وضوابط بتادیے جن کے تحت معاملات کیے جائیں۔ اور یہ ایسے اصول وضوابط ہیں کہ آج کے ماہرین معاشیات کی بھی ان کے آگے زبان بند ہوتی ہے۔ پھر بھی نہ مانیں تو اور بات ہے۔ قران پاک میں ہے کہ فرعون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سچا اور برحق ہونے کا یقین تھا لیکن مانا نہیں۔ ہم کاروبار کرتے ہیں اور خوشی خوشی کرتے ہیں۔ اگر کوشش کریں کہ ہمارے کاروبار اللہ اور

اس کے رسول کے بتائے ہوئے طریقے پر ہو جائیں تو بہت سی دنیوی پریشانیاں دور ہو جائیں اور آخرت کا ثواب اور کامیابی الگ رہے۔

اس کتاب میں اصول وضوابط بھی ذکر ہیں اور مختلف صورتوں کے احکام بھی مذکور ہیں۔ جو رائج صورتیں ناجائز ہیں ان کی متبادل جائز صورتیں لکھی گئی ہیں۔ اب صرف اتنی بات ہے کہ ہمت اور عزم کریں کہ اگر ہمارا کوئی طریقہ غلط ہے تو اس کو چھوڑ کر صحیح طریقے کو اختیار کریں گے۔

چند سال پیشتر کراچی کے کچھ جیولر حضرات نے سونے چاندی کے زیورات کے کاروبار سے متعلق چند مسائل پر مشتمل ایک مختصر کتابچہ شائع کیا تھا۔ اس میں مندرج بعض مسائل سے ہمیں اختلاف ہوا لیکن اس سے ہم نے استفادہ بھی کیا ہے خصوصاً بعض سوالات کی ترتیب وتفصیل میں-اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو بہت اجر سے نوازیں-

اللہ تعالیٰ ہماری یہ کوشش خالص اپنی رضا کے لیے کر دیں اور اپنے فضل وکرم سے اس کو قبول فرمالیں۔ **و آخر دعوانا ان الحمدللہ رب العلمین**

عبدالواحد

دار الافتاء جامعہ مدنیہ، لاہور

17 ذوالحجہ 1417ھ

عرض ثانی

بسم اللہ حامداً ومصلیاً

پہلے ایڈیشن کو چلتے ہوئے 17 سال گذر گئے۔ اس عرصے میں سونے چاندی کی اور ان کے زیورات کی خرید وفروخت کی نئی صورتیں ظہور میں آئیں اور بعض صورتوں کا علم بعد میں ہوا۔ پھر اندازہ ہوا کہ عام زرگر اور دکاندار کو کتاب کے سمجھنے میں دشواری بھی محسوس ہوتی ہے اس لیے آسان لفظوں میں اس کتاب کا ایک خلاصہ شائع کیا گیا۔ اب دوسرے ایڈیشن کو تیار کرنے میں مندرجہ ذیل تین نکات کو پیش نظر رکھا گیا:

1۔ پوری کتاب کو سہل بنانے کی پوری کوشش کی ہے۔ اس کی خاطر بعض مسائل کی تکرار کو بھی برداشت کیا گیا ہے۔

2۔ کچھ مسائل رہ گئے تھے ان کو شامل کیا ہے۔

3۔ جو نئے مسائل وجود میں آئے ہیں ان پر غور وفکر کر کے ان کے جواب لکھے ہیں۔

ہم ان تمام حضرات کے ممنون ومشکور ہیں جنہوں نے اس ایڈیشن کی تیاری میں ہم سے تعاون کیا۔

عبدالواحد

ربیع الثانی 1435ھ

باب:1

سونے چاندی کی اور ان کے زیورات کی خرید و فروخت سے متعلق چند ضروری ضابطے

عن عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ الذھب بالذھب و الفضۃ بالفضۃ و البر بالبر و الشعیر بالشعیر و التمر بالتمر و الملح بالملح مثلا بمثل سواء بسواء یدا بید فاذا اختلفت الاصناف فبیعوا کیف شئتم اذا کان یدا بید رواہ مسلم۔ (مشکوٰۃ)

(ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سونے کی سونے کے عوض میں اور چاندی کی چاندی کے عوض میں اور گندم کی گندم کے عوض اور جو کی جو کے عوض میں اور نمک کی نمک کے عوض میں مماثلت کے ساتھ بیع کرو کہ برابر برابر ہوں اور نقد و نقد ہوں۔ اور جب اصناف (تبادلہ کے وقت) مختلف ہوں تو جیسے چاہو بیع کرو جبکہ نقد و نقد (یعنی ہاتھ در ہاتھ) ہوں)

اس حدیث سے مندرجہ ذیل دو ضابطے حاصل ہوئے:

ضابطہ:1

بیع میں جب دونوں طرف سونا یا دونوں طرف چاندی ہو تو ایسے وقت میں دو باتیں واجب ہیں۔ ایک تو دونوں طرف کی چاندی یا دونوں طرف کا سونا برابر ہو۔ دوسرے یہ کہ جدا ہونے سے پہلے ہی دونوں طرف سے لین دین مکمل ہو جائے کچھ

ادھار باقی نہ رہے۔ اگر ان دو باتوں میں سے کسی بات کے خلاف کیا تو سود ہو گیا۔

ضابطہ:2

اگر دونوں طرف ایک چیز نہ ہو بلکہ ایک طرف چاندی ہو اور دوسری طرف سونا ہو۔ اس کا حکم یہ ہے کہ دونوں کا وزن میں برابر ہونا ضروری نہیں ہے۔ ایک تولہ چاندی کا چاہے جتنا سونا ملے جائز ہے اسی طرح سونے کی ایک اشرفی کی چاہے جتنی چاندی ملے جائز ہے لیکن جدا ہونے سے پہلے لین دین کا مکمل ہو جانا اور کچھ ادھار نہ رہنا یہاں بھی واجب ہے۔

عن الشعبی ان عبداللہ بن مسعود انہ باع نفایۃ بیت المال زیوفا و قسیانا بدراھم دون وزنھا فنھاہ عمر عن ذلک وقال اوقد علیھا حتی یذھب ما فیھا من حدید او نحاس و تخلص ثم بع الفضۃ بوزنھا۔ (اعلاء السنن: 14 /298)

(ترجمہ: شعبی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیت المال کے ردی یعنی کم کھوٹ ملے دراہم کو کم وزن کے کھرے دراہم کے عوض فروخت کیا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں اس سے منع کیا اور کہا کہ اس کو آگ پر تپاؤ یہاں تک کہ اس میں ملا ہوا لوہا اور تانبا علیحدہ ہو جائے اور خالص چاندی رہ جائے۔ پھر اس کو برابر وزن کی چاندی کے عوض فروخت کرو)

محمد بن سیرین قال خطب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فقال الا ان الدرھم بالدرھم و الدینار بالدینار عینا بعین سواء بسواء مثلاً بمثل فقال لہ عبد الرحمن بن عوف تزیف علینا اوراقنا فنعطی الخبیث و ناخذ الطیب فقال عمر لا و لکن ابتع بھا عرضا فاذا قبضتہ و کان لک فبعہ و اھضم ما شئت و خذ ای نقد شئت۔ (اعلاء السنن: 14 /298)

(ترجمہ: ابن سیرین رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور کہا کہ خبردار! درہم کی بیع درہم کے عوض اور دینار کی بیع دینار کے عوض میں نقد و نقد اور برابر سرابر ہونی چاہیے۔ عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ ہماری چاندی کھوٹی ہو جاتی ہے تو ہم گھٹیا چاندی دے کر عمدہ کی کم مقدار عوض میں لیتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ یہ جائز نہیں البتہ اپنی گھٹیا چاندی کے عوض کچھ سامان خرید لو پھر جب تم اس سامان پر قبضہ کر لو اور وہ تمہارا ہو جائے تو اس کو فروخت کر دو اور جسے چاہو تم توڑ دو اور جسے چاہو تم لے لو۔)

ضابطہ:3

جب سونے کا سونے سے یا چاندی کا چاندی سے تبادلہ کیا جائے تو مقدار کا برابر ہونا واجب ہے اگرچہ ایک طرف سونا چاندی خالص ہو اور دوسری طرف سونے چاندی میں کچھ کھوٹ ملا ہو۔

ہمارے موجودہ رواج میں روپیہ دھات کے سکے کا نام ہے۔ ایک روپے کا کاغذ کا نوٹ دھات کے روپے کے سکے کا متبادل ہے۔ قیام پاکستان سے قبل روپے کا سکہ چاندی کا ہوتا تھا لیکن موجودہ دور میں روپے کا چاندی یا سونے سے کوئی تعلق نہیں رہا۔ اس لیے یہ فلوس یعنی تانبے پیتل کے سکوں کے حکم میں ہے۔ جب روپیہ چاندی کا ہوتا تھا اس وقت اس سے متعلق احکام اور تھے اور اب جب وہ تانبے، پیتل کا ہے اس کے احکام مختلف ہیں۔

ضابطہ:4

سونے چاندی کی روپوں کے عوض ادھار خرید و فروخت جائز ہے لیکن سودے کے وقت ایک جانب سے قبضہ ضروری ہے۔ درمختار میں ہے:

باع فلوسا بمثلها او بدراهم او بدنانير فان نقد احدهما جاز و ان تفرقا بلا قبض احدهما لم يجز لما مر۔

(ترجمہ: فلوس یعنی تانبے پیتل کے سکے فلوس کے عوض میں یا چاندی یا سونے کے سکوں کے عوض میں فروخت کیے تو اگر ان میں سے کسی ایک مال کی بھی ادائیگی آپس میں جدا ہونے سے پہلے کر دی تو فروخت جائز ہے اور اگر کسی ایک مال پر قبضہ سے پہلے بائع و مشتری ایک دوسرے سے جدا ہو گئے تو سودا جائز نہ رہے گا۔)

ردالمحتار میں ہے:

سئل الحانوتی عن بیع الذھب بالفلوس نسیئۃ فاجاب بانہ یجوز اذا قبض احد البدلین لما فی البزازیۃ لو اشتری مائۃ فلس بدرھم یکفی التقابض من احد الجانبین قال ومثلہ ما لو باع فضۃ او ذھبا بفلوس کما فی البحر عن المحیط۔

(ترجمہ: علامہ حانوتی رحمہ اللہ سے فلوس کے عوض سونے کی ادھار فروخت کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ اگر دونوں میں سے ایک پر سودے کی مجلس میں قبضہ کیا گیا تو جائز ہے کیونکہ فتاویٰ بزازیہ میں ہے کہ اگر سو فلوس کے عوض ایک درہم (چاندی کا سکہ) خریدا تو ایک جانب سے قبضہ کافی ہے اور یہی حکم اس وقت ہے جب سونے یا چاندی کو فلوس کے عوض فروخت کیا جائے)۔

چونکہ آج کل کا روپیہ بھی فلوس میں شامل ہے لہٰذا مندرجہ بالا عبارتوں کے مطابق سونے چاندی کی خرید و فروخت روپے کے عوض میں جائز ہے البتہ یہ شرط ہے کہ ایک جانب سے مال پر قبضہ آپس میں جدا ہونے سے پہلے کر لیا جائے۔ یعنی ایک طرف سے تو ادھار ہو سکتا ہے، دونوں طرف سے ادھار ہو یہ جائز نہیں خواہ کتنی ہی تھوڑی مدت کے لیے ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حدیث پاک میں ہے:

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ نھی عن بیع الکالیٔ بالکالیٔ

(ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے

ادھار کی ادھار کے عوض بیع سے منع فرمایا۔)

باب:2

سونے چاندی کی یا ان کے زیورات کی ہم جنس کے ساتھ خرید وفروخت سے متعلق چند حدیثیں

وہ حدیثیں یہ ہیں:

عن ابی رافع رضی اللہ عنہ قال مر بی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ و معہ ورق فقال اصنع لنا اوضاحا لصبی لنا۔ قلت یا امیر المؤمنین! عندی اوضاح معمولة فان شئت اخذت الورق و اخذت الاوضاح فقال عمر مثلا بمثل فقلت نعم فوضع الورق فی کفة المیزان و الاوضاح فی الکفة الاخری فلما استوی المیزان اخذ باحدی یدیہ و اعطی بالاخری۔ (معانی الآثار، طحاوی)

(ترجمہ: ابو رافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ پاس کچھ چاندی تھی۔ وہ میرے پاس آئے اور کہا کہ ہماری ایک بچی کے لیے پازیب بنادو۔ میں نے کہا کہ اے امیر المؤمنین! میرے پاس بنے ہوئے پازیب رکھے ہیں آپ چاہیں تو چاندی میں لے لیتا ہوں اور آپ پازیب لے لیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا برابر وزن پر دینے میں تیار ہو؟ میں نے کہا جی ہاں۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چاندی ترازو کے ایک پلڑے میں رکھی اور پازیب دوسرے پلڑے میں رکھے جب ترازو سیدھی ہوگئی تو اپنے ایک ہاتھ سے پازیب کو لیا اور دوسرے ہاتھ سے چاندی پکڑائی)۔

عن ابی رافع رضی اللہ عنہ انہ قال لعمر رضی اللہ عنہ انی اصوغ الذهب فابیعه

بوزنہو آخذ لعمالة یدی اجرا قال لاتبع الذھب بالذھب الاوزنا بوزن و الفضة بالفضة الاوزنا بوزن ولا تاخذ فضلا۔ (سنن بیھقی)

(ترجمہ: ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں سونے کو ڈھالتا ہوں یعنی اس کا زیور بناتا ہوں اور اس کو اتنے ہی وزن کے سونے کے عوض فروخت کرتا ہوں اور ساتھ ہی میں اپنی مزدوری لیتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ اجرت پر کام کرانا نہیں (کیونکہ تم نے کسی دوسرے کی چاندی پر کام نہیں کیا) بلکہ (اپنا زیور بیچا ہے لہذا یہ) بیع ہے لہذا جب تم سونے (کے زیور) کو سونے کے عوض میں اور چاندی (کے زیور) کو چاندی کے عوض میں فروخت کروتو دیکھو دونوں طرف وزن برابر برابر ہونا چاہیے اور اجرت کے نام سے بھی زائد مت لو)

عن ابی رافع ﷜ مولی رسول اللہ ﷺ قال احتجنا فاخذت خلخال امراتی فی السنة التی استخلف فیھا ابو بکر فلقینی ابو بکر فقال ما ھذا فقلت احتاج الحی الی نفقة فقال ان معی ورقاً ارید بھا فضة فدعا بالمیزان فوضع الخلخالین فی کفة و وضع الورق فی کفة فشف الخلخالان نحوا من دانق فقرضه فقلت یا خلیفة رسول اللہ! ھو لک حلال فقال یا ابا رافع انک ان احللته فان اللہ لا یحله سمعت رسول اللہ ﷺ یقول الذھب وزنا بوزن و الفضة بالفضة وزنا بوزن الزائد و المستزید فی النار۔ (عبدالرزاق)

(ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام ابو رافع ﷜ کہتے ہیں کہ جس سال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے اس سال ہمیں مالی تنگی ہوئی تو میں نے فروخت کرنے کی نیت سے اپنی بیوی کا پازیب لیا۔ راستے میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ملے تو انہوں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ گھر والے خرچے کے محتاج ہو گئے ہیں (اس لیے میرا ارادہ ان کو بیچنے کا ہے)۔ اس پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا میرے پاس چاندی ہے۔ پھر

انھوں نے ترازو منگوائی اور دونوں پازیب ایک پلڑے میں رکھے اور چاندی دوسرے پلڑے میں رکھی۔ پازیب ایک دانق کے وزن کے بقدر زائد تھے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اتنی چاندی پازیب میں سے توڑ دی۔ میں نے کہا کہ اے رسول اللہ کے خلیفہ! (زائد میں آپ کو چھوڑتا ہوں) یہ آپ کے لیے حلال ہے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا کہ ابورافع اگر تم اس کو حلال کر دو تو اللہ تو اس کو حلال نہیں کرتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ سونے کو (چاہے زیور کی شکل میں ہو) ہم وزن سونے کے عوض فروخت کرو اور چاندی کو ہم وزن چاندی کے عوض فروخت کرو۔ زائد وزن دینے والا اور زائد وزن لینے والا جہنم میں ہوں گے۔)

عن مجاهد انه قال كنت مع عبد الله بن عمر رضی اللہ عنہ فجاءه صائغ فقال يا ابا عبد الرحمن! انى اصوغ الذهب ثم ابيع الشئ من ذلک باكثر من وزنه فاستفضل من ذلک قدر عمل يدى فنهاه عبدالله بن عمر فجعل الصائغ يردد عليه المسئلة و عبدالله ينهاه حتى انتهى الى باب المسجد او الى دابته يريد ان يركبها ثم قال عبدالله الدينار بالدينار و الدرهم بالدرهم لا فضل بينهما هذا عهد نبينا الينا و عهدنا اليكم۔ (ماخوذ من اعلاء السنن:288,289/14)

(ترجمہ: مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تھا کہ ایک زرگر ان کے پاس آیا اور کہا کہ اے ابوعبد الرحمن! میں زیور بناتا ہوں پھر اس کو زائد وزن سونے کے عوض فروخت کرتا ہوں اور زائد وزن اپنی مزدوری کے بقدر طے کرتا ہوں۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو اس طرح فروخت کرنے سے منع کیا۔ زرگر بار بار اپنا سوال دہراتا رہا اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بار بار اس کو منع کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مسجد کے دروازے تک آئے یا اپنی سواری تک آئے جس پر

ان کو سوار ہونا تھا۔ پھر حضرت عبداللہ بن عمر ﷛ نے فرمایا: سونے کو سونے کے عوض اور چاندی کو چاندی کے عوض فروخت کرو تو کسی طرف زائد نہ ہو۔ اسی کی تعلیم ہمیں ہمارے نبی ﷺ نے دی اور اسی کی تعلیم ہم تمہیں دیتے ہیں۔)

عن عطاء بن یسار ان معاویة بن ابی سفیان باع سقایة من ذھب او ورق باکثر من وزنھا فقال له ابو الدرداء سمعت رسول الله ﷺ ینھی عن مثل ھذا الا مثلا بمثل فقال له معاویة ما اری بمثل ھذا باسا فقال ابو الدرداء من یعذرنی من معاویة انا اخبره من رسول الله ﷺ و یخبرنی عن رایه لا اساکنک بارض انت بھا ثم قدم ابو الدرداء علی عمر بن الخطاب فذکر له ذلک فکتب عمر الی معاویة الا یبیع مثل ذلک الا مثلا بمثل وزنا بوزن۔ (موطا امام مالک)

(ترجمہ: عطاء بن یسار رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان ﷛ نے سونے یا چاندی کا کٹورا ہم جنس کے زائد وزن کے عوض پر فروخت کیا تو ان سے حضرت ابو درداء ﷛ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس جیسے سودے سے منع کرتے ہوئے سنا ہے الا یہ کہ برابر برابر وزن کے ہوں۔ جواب میں حضرت معاویہ ﷛ نے ان سے کہا کہ میں تو اس میں کچھ حرج نہیں پاتا۔ اس پر حضرت ابودرداء ﷛ نے کہا کہ کون مجھے معاویہ سے معذور رکھتا ہے۔ میں ان کو رسول اللہ ﷺ کی بات بتاتا ہوں اور یہ مجھے اپنی رائے بتلاتے ہیں۔ پھر حضرت معاویہ ﷛ سے کہا کہ جس جگہ آپ ہوں گے میں وہاں آپ کے ساتھ نہیں رہوں گا۔ پھر حضرت ابودرداء ﷛ حضرت عمر فاروق ﷛ کے پاس (مدینہ منورہ) چلے آئے اور ان سے ساری بات ذکر کی تو حضرت عمر فاروق ﷛ نے حضرت معاویہ ﷛ کو لکھا کہ ایسے سودے مت کرو (جن میں ایک طرف سونے کا برتن یا زیور ہو اور دوسری طرف سونا ہو) مگر صرف اس صورت میں جب دونوں طرف وزن برابر ہو)

مالک عن نافع عن عبداللہ بن عمر ﷺ ان عمر بن الخطاب ﷺ قال لا تبیعوا الذھب بالذھب الا مثلا بمثل و لا تشفوا بعضھا علی بعض و کذلک الورق و لا تبیعوا شیئا منھا غائبا بناجز و ان استنظرک الی ان یلج بیتہ فلا تنظرہ انی اخاف علیکم الرماء و ھو الربا۔ (موطا امام مالک، ماخوذ از اعلاء السنن: 306/14)

(ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ حضرت عمر ﷺ نے فرمایا کہ سونے کو سونے کے عوض مت فروخت کرو مگر برابر سرابر اور ایک کو دوسرے پر زائد مت کرو۔ ایسا ہی چاندی میں معاملہ کرو۔ اور ان میں سے کوئی شے ادھار کی نقد کے عوض مت بیچو اور اگر تمہارا فریق تم سے اپنے گھر میں داخل ہونے کی مہلت چاہے تو تم اس کو اتنی مہلت بھی نہ دو۔ بے شک میں تم پر (اس میں بھی) سود ہونے کا خوف کرتا ہوں [یعنی یہ بھی سود ہے])

سونے کی سونے کے عوض اور چاندی کی چاندی کے عوض کمی بیشی کے ساتھ بیع کے عدم جواز کی عقلی دلیل

اللہ تعالیٰ نے سونے چاندی کی تخلیق کرنسی کے طور پر کی ہے زیور کے طور پر اس کا استعمال شریعت کی نظر میں مقصود بالذات نہیں بلکہ محض عارضی استعمال ہے لہذا وہ کسی بھی شکل میں ہوں ان کی کرنسی (Currency) کی حیثیت ختم نہیں ہوتی بلکہ برقرار رہتی ہے۔ اور کرنسی صرف وہ شے بن سکتی ہے جو خود مقصود بالذات نہ ہو (یعنی خود اس کی ذات کھانے پینے میں، اوڑھنے پہننے میں اور کسی آلے کے بنانے میں استعمال نہ ہو) اور وہ دیگر اشیاء کی مالیت کی تعیین میں معیار و میزان (Standard) کا کام دے سکے۔ علاوہ ازیں حقیقی معیار وہ ہوتا ہے جو خود بدلتا نہ ہو۔ چونکہ سونے چاندی میں یہ صفات پائی جاتی ہیں لہذا خرید و فروخت کے معاملات میں وہ اپنی خلقت کے اعتبار سے معیار اور وسیلہ و ذریعہ ہیں۔

اگر سونے کی سونے کے عوض اور چاندی کی چاندی کے عوض بیع میں کمی بیشی کو روا رکھا جائے مثلاً چھ تولے چاندی کا تبادلہ پانچ تولہ چاندی سے کریں تو دو خرابیاں لازم آتی ہیں:

1: جس شے کو ذریعہ اور وسیلہ قرار دیا تھا وہ مقصود بالذات بن جاتی ہے کیونکہ جو مقصود بالذات ہو اس کو لوگ اپنی ضرورت اور مجبوری سے خریدتے ہی ہیں خواہ قیمت کم ہو یا زیادہ اور یہ بات کرنسی ہونے کے منافی ہے۔

2: سونے چاندی کی معیاریت اور میزانیت باقی نہیں رہتی۔

اس کی وضاحت یہ ہے کہ اشیاء کی مالیت کی تعیین جب ہم مثلاً چاندی سے کرتے ہیں اور ایک من گندم کی مالیت کی تعیین کی تو وہ پانچ تولے چاندی ہوئی۔ اب اگر پانچ تولے چاندی کا تبادلہ چھ تولے چاندی کے ساتھ کریں تو خود پانچ تولے چاندی چھ تولے چاندی کے مقابل اور مساوی ہوئی اور اس طرح حساب لگانے سے ایک من گندم چھ تولے چاندی کے مساوی بھی ہوئی۔ اس طرح سے چاندی کی معیاریت ختم ہوگئی کیونکہ اب حتمی طور سے طے نہیں کر سکتے کہ ایک من گندم کی مالیت پانچ تولے چاندی ہے یا چھ تولے چاندی ہے۔ غرض جو شخص سونے چاندی میں سود کا معاملہ کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی حکمت اور تخلیق کی خلاف ورزی کا مرتکب ہوتا ہے اور معاشی نظام کے اختلال کا باعث بنتا ہے۔

باب:3

سونے چاندی کے اور ان کے زیورات کے کچھ مخصوص مسائل

جس دکاندار سے زیور خریدا اسی کے ہاتھ فروخت کرنا اور اس سے دوبارہ خریدنے کی درخواست

سوال: دکاندار کے پاس گاہک اپنا زیور فروخت کرنے آتا ہے۔ دکاندار اس زیور کے کھوٹ کو کاٹ کر اس وقت کے حاضر ریٹ کے مطابق قیمت لگا کر نقد خریدتا ہے پھر گاہک التجا کرتا ہے کہ یہ زیور جو میں نے آپ کے ہاتھ فروخت کیا ہے آپ اس کو ایک یا دو ماہ تک میری امانت سمجھ کر اپنے پاس رکھ لیں۔ اس مدت میں اگر آپ نے یہ زیور کسی اور کو فروخت نہ کیا تو میں اس زیور کو اس دن کے ریٹ کے مطابق اس کی قیمت ادا کر کے خرید لوں گا۔ اگر دکاندار اس کی التجا پر زیور کسی اور کو فروخت کرنے سے پہلے اسی گاہک کو جس دن وہ زیور خریدنے آتا ہے اس زیور پر بناوٹ کے مطابق چھیجت (Wastage) یا پالش جو کہ ایک تولے میں ایک سے ڈیڑھ ماشے تک ہوتی ہے لگا کر گاہک کو فروخت کر دیتا ہے تو کیا زیور کا یہ لین دین جس میں ریٹ کم یا زیادہ ہو رہا ہے شریعت کے مطابق جائز ہے یا نہیں؟

نوٹ: 1۔ گاہک کے کہنے کی وجہ سے دکاندار مجبور نہیں ہو جاتا کہ اسی کو ہی فروخت کرنا ہے بلکہ اس کے علاوہ کسی اور کو بھی فروخت کر سکتا ہے۔

2۔اس وقت جو ریٹ ہوگا اس میں دکاندار کو نقصان بھی ہوسکتا ہے اور فائدہ بھی۔

جواب: جب گاہک نے اپنا زیور دکاندار کے ہاتھ فروخت کر دیا تو اب وہ زیور دکاندار کی ملکیت ہے اور گاہک کا اس میں کچھ حق نہیں رہا۔ اس لیے گاہک کا سودا ہو جانے کے بعد یہ کہنا کہ ''آپ اس کو ایک یا دو ماہ تک میری امانت اپنے پاس رکھ لیں'' غلط بات ہے۔ کیونکہ وہ اب دکاندار کی ملکیت بن چکا ہے گاہک کی امانت نہیں رہا۔ پھر جب دو ماہ بعد گاہک آئے اور وہ زیور ابھی نہ بکا ہوتو دکاندار نئے موجودہ ریٹ پر اس کے ہاتھ فروخت کرسکتا ہے کیونکہ گاہک سودا واپس کرنے کو نہیں کہہ رہا بلکہ موجودہ ریٹ پرخریدنے کو کہہ رہا ہے۔ دکاندار نے پالش کرائی ہوتو اس کو ذکر کر کے عوض لے سکتا ہے اور اگر نہ کرائی ہوتو غلط بیانی سے بچے۔

کھوٹ ملے سونے کی خالص سونے کے عوض بیع

سوال: صرافہ بازار میں یہ معلوم کرنے کے لیے کہ سونا کس معیار کا ہے مختلف طریقے ہیں:

1۔ایک شخص اپنے کھوٹ ملے سونے کو دے کر خالص سونا لینا چاہتا ہے۔ دکاندار اپنی مہارت اور اپنے تجربے کی بناء پر کھوٹ کا اندازہ لگا کر بتاتا ہے کہ اس سونے میں اتنا کھوٹ ہے۔ بالفاظ دیگر وہ بتاتا ہے کہ سونا کتنے کیرٹ کا ہے۔ مالک اگر راضی ہوتو دکاندار اس کو ملاوٹ شدہ سونے کے بدلے خالص سونا دیتا ہے۔ مثلاً کھوٹ والا سونا 12 گرام ہے۔ دکاندار کا اندازہ ہے کہ اس میں کھوٹ 3 گرام ہے اور خالص سونا 9 گرام ہے تو وہ مالک سے 12 گرام کھوٹ ملا سونا لے کر اس کو 9 گرام خالص سونا دیتا ہے۔ یہ معاملہ شرعاً کیسا ہے؟

2۔سونے کے معیار کو معلوم کرنے کے لیے اب لیبارٹریاں موجود ہیں مثلاً 12 گرام ملاوٹ شدہ سونے میں سے ایک گرام سونا لے کر معلوم کیا جاتا ہے کہ اس میں کتنا سونا ہے اور کتنا کھوٹ ہے۔ اس کے بعد ملاوٹ والا سونا لے کر مالک کو خالص سونا دیا جاتا ہے؟

نوٹ: ان دونوں صورتوں میں برابری کی شرط نہیں پائی جاتی۔ آیا اس طرح کمی کے ساتھ لین دین جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں تو متبادل جائز صورت کیا ہو گی؟

جواب: مذکورہ دونوں صورتیں نا جائز ہیں کیونکہ جب دونوں طرف سونا ہو تو ان کا وزن میں برابر ہونا شرط ہے اگر چہ ایک طرف سونا خالص ہو اور دوسری طرف کھوٹ ملا ہو جبکہ کھوٹ سونے سے کم ہو۔

و ما غلب فضته و ذهبه فضة و ذهب حكما فلا يصح بيع الخالص به و لا بيع بعضه ببعض الا متساويا وزناً۔ (الدر المختار: 565/7)

(ترجمہ: جس شے میں چاندی غالب ہو وہ چاندی کے حکم میں ہے اور جس شے میں سونا غالب ہو وہ سونے کے حکم میں ہے لہٰذا جب اس کا تبادلہ خالص چاندی یا خالص سونے سے کیا جائے تو اس کی درستگی کے لیے دونوں طرف کی چاندی اور دونوں طرف کے سونے کا برابر وزن میں ہونا شرط ہے)۔

ان کی متبادل جائز ایک صورت یہ ہے کہ کھوٹ ملا سونا روپوں کے عوض فروخت کر دیا جائے۔ جب گاہک روپوں پر قبضہ کر لے تو وہ اس رقم سے خالص سونا خرید لے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ خالص سونے کے ساتھ کچھ روپے ملا لیں۔ خالص سونے کے بدلے میں اس مقدار کے برابر کھوٹ ملا سونا ہو گا اور باقی کھوٹ ملا سونا روپوں کے عوض ہو جائے گا۔

سوال: صراف حضرات لیبارٹری میں کھوٹ ملا سونا بھی دیتے ہیں مثلاً کسی سنار نے 50 گرام کھوٹ ملا سونا لیبارٹری بھیجا۔ لیبارٹری کی رپورٹ بتاتی ہے کہ اس میں 40 گرام خالص سونا اور 10 گرام کھوٹ ہے اس پر لیبارٹری والے کہتے ہیں کہ اس 50 گرام کھوٹ ملے سونے کے بدلے میں 40 گرام خالص سونا ہم سے لے لو۔ آیا اس طرح کرنا درست ہے یا نہیں؟ اور اس کے جواز کی صورت تحریر فرمائیں۔

جواب: مذکورہ صورت صحیح نہیں ہے کیونکہ جب دونوں طرف سونا ہو تو ان کا برابر

مقدار میں ہونا شرط ہے اگرچہ ایک طرف کے سونے میں کچھ کھوٹ ہو۔ اور اگر اسی طرح سے بیچنا مقصود ہو تو اس کی جواز کی صورت یہ ہے کہ آپ پہلے 50 گرام سونا ایک رقم مثلاً 4,000,00 روپے میں فروخت کر دیں اور دونوں طرف سے قبضہ کر لیں۔ پھر ان روپوں سے 40 گرام خالص سونا خرید لیں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ 50 گرام کھوٹ ملے سونے کے عوض 39 گرام خالص سونا اور (ایک گرام خالص سونے کی قیمت کے مثلاً 5000 روپے لے لیں البتہ سودے میں یہ نہ کہیں کہ یہ 5000 روپے ایک گرام خالص سونے کی قیمت ہے۔ اس صورت میں یہ سمجھا جائے گا کہ 39 گرام خالص سونا 39 گرام کھوٹ ملے سونے کے مقابلے میں ہوا اور 5000 روپے باقی کے 11 گرام کھوٹ ملے سونے کے مقابلے میں ہوئے۔

سوال: دکاندار کے پاس ایک عام آدمی پرانا زیور تیار 5 تولہ کا بیچنے کے لیے لاتا ہے دکاندار اسے دیکھ کر اندازہ لگاتے ہیں کہ اس میں خالص سونا تقریباً 4 تولے ہے۔ لہذا اسے خالص 4 تولے کے حساب سے پیسے دے دیتے ہیں۔ پھر اس زیور کو گلا کر اس کی ڈلی بنا لیتے ہیں۔ اب مثلاً اس ڈلی کا کل وزن ساڑھے چار تولے ہے لیکن ابھی اس میں ٹانکا وغیرہ شامل ہے جو تیزاب سے نکلتا ہے جس کا عمل (procedure) لمبا ہوتا ہے۔ پھر دکاندار اس ڈلی کو لیبارٹری بھیج دیتے ہیں، جہاں سے پتا چلتا ہے کہ مثلاً اس میں خالص سونا چار تولہ ہے اور باقی کھوٹ ہے۔

کیا دکاندار کا اس طرح سے ساڑھے چار تولے کھوٹ ملے سونے کو چار تولے خالص کے عوض بیچنا درست ہے؟ جبکہ دکاندار کے پاس اتنا کیش بھی نہیں ہوتا کہ وہ سونے کو کیش کے بدلے میں بیچے اور اگر درست نہیں تو متبادل جائز صورت کیا ہے؟

جواب: گاہک سے 5 تولہ کا پرانا زیور خریدنے میں دو صورتیں ہیں:

(i) یا تو دکاندار نے گاہک کو کہا کہ اس زیور میں خالص سونا 4 تولہ معلوم ہوتا ہے اور سونے کا نرخ فی تولہ 50,000 روپے ہے تو تم ہم سے اس حساب سے 2,000,00 روپے

لے لو۔ یہ طریقہ جائز نہیں کیونکہ حتمی طور پر معلوم نہیں کہ زیور میں خالص سونا کتنا نکلے گا۔

(ii) یا دکاندار یوں کہے کہ ہمارا اندازہ ہے کہ اس میں خالص سونا 4 تولہ ہوگا لیکن سونے کے وزن سے قطع نظر ہم تم سے تیار زیور کو 2,00,000 روپے میں خرید تے ہیں تو یہ صورت جائز ہے۔

سوال: کاریگر خالص سونا حاصل کرنے کے لیے لیبارٹری کو پرانا زیور بھیجتا ہے اور اس کام کی فیس بھی ادا کرتا ہے۔ لیبارٹری والے کبھی یوں کرتے ہیں کہ اس زیور کی کوئی چھوٹی چیز مثلاً ایک بالی لے کر اس میں موجود سونے کو اور کھوٹ کو الگ کرتے ہیں اور اس نتیجے کی روشنی میں باقی زیور میں خالص سونے اور کھوٹ کی نسبت معلوم کرتے ہیں اور پرانا زیور اپنے پاس رکھ لیتے ہیں اور اس میں موجود خالص سونے کے بقدر کاریگر کو اپنے پاس سے خالص سونا دے دیتے ہیں۔ پھر بعد میں پرانے زیور سے خالص سونا نکال کر اپنے پاس رکھ لیتے ہیں۔ کیا یہ معاملہ جائز ہے؟

جواب: کاریگر نے لیبارٹری والوں سے جو معاملہ کیا ہے وہ اجارے یعنی اجرت پر کام کرنے کا ہے۔ پرانا زیور فروخت کرنے کا نہیں ہے۔ اور اگر اس کو فروخت کا معاملہ فرض کر لیں تو یہ نا جائز ہوگا کیونکہ کاریگر کی طرف سے پرانا زیور ہے جو لیب والوں کے خالص سونے سے زیادہ وزن کا ہے اور کاریگر کی طرف سے اجرت بھی دی گئی تو یہ سود کی صورت بن جاتی ہے جو جائز نہیں۔

پلاڈیم ملے سونے کا تبادلہ خالص سونے اور روپوں سے کرنا

سوال: زرگری میں آجکل ایک رائج صورت یہ ہے کہ بعض زیورات اس طرح تیار کیے جارہے ہیں کہ ان میں سونا الگ سے نمایاں ہوتا ہے اور (ایک دھات) پلاڈیم ملی چاندی الگ سے نمایاں ہوتی ہے مثلاً اگر کڑا تیار کیا جائے تو آدھا کڑا سونے کا ہوگا اور آدھا کڑا پلاڈیم ملی چاندی کا سفید رنگ کا ہوگا یا کڑا سارا سونے کا ہوگا اور اوپر کا پھول سفید رنگ کا پلاڈیم ملی چاندی کا ہوگا وغیرہ وغیرہ۔ یہ بات واضح رہے کہ پلاڈیم

قیمت کے اعتبار سے چاندی سے مہنگی ہوتی ہے مگر چاندی میں ملانے میں چاندی غالب ہوتی ہے اور پلاڈیم کی مقدار کم ہوتی ہے۔ مذکورہ زیور دونوں طرح کا ہوتا ہے نگینوں والا بھی اور بغیر نگینوں کے بھی۔

i۔بغیر نگینوں کا زیور

پلاڈیم ملی چاندی .... 10 گرام

کھوٹ ملا سونا .... 10 گرام

چھیجت کے بقدر ملایا گیا زائد سونا .... 2 گرام

زیور کا کل وزن .... 22 گرام

اس طرح زیور کی تیاری میں کل کھوٹ ملا سونا لگا 12.000 گرام جس میں خالص سونا 10.520 گرام ہوا۔تو کاریگر دکاندار سے 10.520 گرام خالص سونا لیتا ہے اور اپنی مزدوری اور پلاڈیم ملی چاندی کا بدلہ عموماً روپوں کی شکل میں لیتا ہے جو کبھی نقد ہوتے ہیں اور کبھی ادھار۔

سوال یہ ہے کہ کیا خرید وفروخت کی یہ صورت جائز ہے؟

جواب: i۔ جب دکاندار پورے کڑے پر قبضہ کر لیتا ہے تو مذکورہ صورت جائز ہو گی کیونکہ 10 گرام خالص سونا 10 گرام کھوٹ ملے سونے کے بدلہ میں ہو جائے گا اور باقی 520 ملی گرام سونا پلاڈیم ملی چاندی اور روپوں کے بدلے میں ہو جائے گا۔ روپے ادھار ہو سکتے ہیں۔

تنبیہ

جواب میں جیسے لکھا گیا ہے اسی طرح سے معاملہ کرنا چاہیے۔اس کے بجائے اگر یوں کہا کہ کھوٹ ملے 12 گرام سونے کے بدلے میں 10.520 گرام ہے اور پلاڈیم ملی چاندی اور مزدوری کے اتنے روپے ہیں تو یہ سودا خراب ہو جائے گا کیونکہ جب 12 گرام سونے کو 10.520 گرام سونے کے بدلے میں ہونے کی صراحت کر دی جائے تو وہ صراحت ہی معتبر ہو گی۔

(ii) نگینوں والا زیور

کھوٹ ملا سونا.................10.000 گرام

پلاڈیم ملی چاندی...............10.000 گرام

نگینے.........................4.000 گرام

چھیجت.......................2.000 گرام

تیار جڑاؤ زیور کا کل وزن.........26.000 گرام

سونے اور پلاڈیم کا وزن 20.000 گرام ہوا۔ اس صورت میں زرگر دکاندار سے مثلاً 16.000 گرام خالص سونا لیتا ہے۔ جس میں سے 10 گرام خالص سونا 10 گرام کھوٹ ملے سونے کے مقابل ہوگا اور 6 گرام خالص سونا چاندی، نگینوں اور پلاڈیم کا بدل ہوگا۔ بعض مرتبہ زرگر پلاڈیم اور ڈیزائن کی بنیاد پر سونے کے ساتھ کچھ رقم بھی لیتا ہے۔ کیا یہ صورت جائز ہے؟

جواب: جائز ہے۔

نیارا (زرگروں کی مٹی) کی خرید وفروخت کا مسئلہ

زرگروں کے کام میں سونے اور چاندی کے ذرے جھڑتے ہیں جو ان کے کام کی جگہ میں بکھر جاتے ہیں اور مٹی میں مل جاتے ہیں۔ زرگر جگہ کی صفائی کرتے ہیں تو مٹی کو پھینکتے نہیں بلکہ اس کو جمع کر لیتے ہیں۔ پھر کچھ لوگ اس کو خرید کر اس میں سے سونا چاندی علیحدہ کر لیتے ہیں۔

مسئلہ: روپوں کے عوض میں خواہ وہ کتنے ہی ہوں اس مٹی کی خرید وفروخت جائز ہے۔

مسئلہ: مخالف جنس کے عوض بھی خرید وفروخت ہر طرح سے جائز ہے مثلاً سونے کی مٹی چاندی کے عوض اور چاندی کی مٹی سونے کے عوض اگرچہ دونوں کے وزن میں فرق ہو۔ البتہ ہاتھ در ہاتھ لین دین ضروری ہے۔

مسئلہ: سونے کی مٹی کی سونے کے عوض اور چاندی کی چاندی کے عوض میں خرید و فروخت صرف اس وقت جائز ہے جب دونوں طرف سونے چاندی کا وزن یکساں ہو

اور لین دین بھی ہاتھ در ہاتھ ہو۔ اگر کسی طرف بھی سونا زیادہ ہوا تو بیع صحیح نہ ہوگی۔
خالص سونے چاندی کا وزن بھی مٹی میں ملے سونے چاندی سے زیادہ نہ ہونا چاہیے
کیونکہ مٹی کی اپنی کچھ قیمت نہیں ہوتی لہذا اس مٹی کے مقابلے میں سونے چاندی میں
سے کچھ کو قیمت کے طور پر نہیں سمجھا جائے گا۔

سونے کی کمیٹی

سوال: سونے کی کمیٹی یعنی ہر ماہ جتنے شرکاء ہیں ایک خاص برابر مقدار میں سونا
دیتے ہیں اور ہر ماہ جس کے نام قرعہ نکل آئے سارا سونا اسے دے دیا جاتا ہے۔ آیا یہ
صورت صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: یہ صورت صحیح اور جائز ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ

دس آدمیوں نے کمیٹی ڈالی اور طے کیا کہ ہر شریک ہر ماہ ایک تولہ سونا جمع کرائے
گا اور ہر ماہ قرعہ اندازی ہوگی اور جس کا نام نکلے گا اس کو جمع شدہ سونا دے دیا جائے
گا۔ پہلے مہینے زید کا نام نکلا اور دس تولے اس کے حوالے کر دیے گئے۔ ان دس تولوں
میں سے ایک تولہ وہ ہے جو خود زید نے جمع کرایا تھا اور باقی نو تولے زید کو دوسرے نو
شرکاء سے قرض و ادھار ملا جو وہ ہر ماہ ایک ایک تولہ دے کر اتارے گا۔

کوئی اگر یہ خیال کرے کہ سونے کے نرخ بڑھتے جا رہے ہیں اور جس کو پہلی کمیٹی ملی
اس کے دس تولے سونے کی قیمت 50,000 روپے فی تولہ کے حساب سے 500,000
(5 لاکھ) روپے تھی، جس کو درمیان میں ملی اس کی قیمت 5,25,000 (5.25 لاکھ)
روپے ہوئی اور جس کو آخر میں ملی اس کی قیمت 5,50,000 (5.5 لاکھ) روپے ہوئی۔
تیسرے آدمی کو جو سونا ملا وہ پہلے کے اور دوسرے کے سونے کے مقابلے میں زیادہ مالیت کا
ہے اس لیے جائز نہ ہونا چاہیے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ روپے کی مالیت جانچنے کے لیے جو قدرتی اور خلقی معیار ہے
وہ خود سونا اور چاندی ہے۔ معیار کے اعتبار سے تینوں کو جب سونے کی برابر مقدار ملی تو

مالیت بھی یکساں ملی۔ روپیہ معیار نہیں ہے اس لیے روپے کی مالیت کم وبیش ہونے سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔

سونے کی کمیٹی سے متعلق مسائل

1۔ آجکل سونا عام طور سے مقامی گولڈ لیبارٹریوں سے خریدا جاتا ہے۔ ہر لیبارٹری کے سونے میں کچھ نہ کچھ فرق نکل آتا ہے کیونکہ لیبارٹری والے عام طور سے سونے کو ریفائن کرتے ہیں لیکن اس میں کچھ نہ کچھ کھوٹ ملا دیتے ہیں۔ ایسی صورتحال میں کمیٹی ڈالیں تو ہر ایک ممبر کا ایک تولہ سونا مختلف مالیت کا ہوگا۔ اس وقت سونے کی کمیٹی ڈالنے سے متعلق دو اختیار ہیں:

i۔ سرے سے کمیٹی نہ ڈالیں۔

ii۔ اگر ڈالیں اور کھوٹ کی مختلف مقداروں والا سونا ہو لیکن ہر ایک کا وزن پورا ایک تولہ ہو اور اختلاف بہت ہی معمولی ہو تو کمیٹی درست ہوگی لیکن جب یہ طے ہو کہ 24 کیرٹ کا سونا دینا ہوگا تو جان بوجھ کر خلاف ورزی کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ دوسرے کا حق مارنا ہے۔

2۔ بعض لوگ بولی والی کمیٹی ڈالتے ہیں جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ قرعہ اندازی کرنے کے بجائے کمیٹی کی نیلامی کرتے ہیں اور جو زیادہ بولی لگائے کمیٹی کی رقم یا سونا اس کے حوالے کرتے ہیں مثلاً کمیٹی کا کل سونا 10 تولہ ہے۔ زید نے سب سے زیادہ بولی لگا کر 11 تولہ سونے کے عوض میں 10 تولہ سونا لیا۔ زائد بولی یعنی نفع کا ایک تولہ سونا کمیٹی کے شرکاء میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ یہ صورت کھلے سود کی ہے اور حرام ہے۔

3۔ لکی (Lucky) کمیٹی (جس کا طریقۂ کار یہ ہے کہ قرعہ اندازی سے جس کی پہلی کمیٹی نکلے اس کو باقی ادائیگی معاف ہوگی) جوا ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے۔

مینا کاری والے زیورات کی سونے چاندی کے عوض خرید وفروخت

سوال: کچھ زیورات پر مینا کاری کی جاتی ہے۔ مینا ایک خاص قسم کا رنگ دار شیشہ ہوتا ہے جس کو باریک پیس کر سونے پر چپکایا جاتا ہے اور بیل بوٹے بنائے جاتے ہیں۔ ان زیورات کے لین دین میں بھی پورے وزن کے بدلے سونا دیا جاتا ہے یعنی مینا کا وزن کاٹ کر نہیں دیا جاتا۔ کیا یہ جائز ہے؟

جواب: یہ جائز ہے بشرطیکہ دونوں طرف سے لین دین نقد ہو ادھار نہ ہو۔ البتہ مینا چونکہ شیشہ ہے سونا نہیں ہے اس لیے قیمت میں سے کم از کم اتنی مقدار کے سونے پر نقد اور فوری قبضہ کرنا ضروری ہے جتنا کہ زیور میں مینا کا وزن کاٹ کر کھوٹ ملا سونا موجود ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ 12 گرام سونے کی چوڑی ہے جس پر 2 گرام مینا چپکایا ہوا ہے۔ اس کی قیمت 14 گرام سونا طے ہو تو گاہک پر جو خواہ دکاندار ہی ہو لازم ہے کہ وہ چوڑی کے وزن کے 12 گرام سونے کے عوض 12 گرام سونا موقع پر ادا کرے اور مینا کے مقابل 2 گرام سونے کی ادائیگی مؤخر کر سکتا ہے۔

سونے کی چاندی کے عوض اور چاندی کی سونے کے عوض بیع

اس قسم کی بیع میں پیچھے ذکر کردہ یہ ضابطہ جاری ہوتا ہے کہ مقدار مختلف ہو سکتی ہے لیکن موقع پر دوطرفہ قبضہ ضروری ہے۔

مسئلہ: دو تولے سونا اور ایک تولہ چاندی کو ایک تولہ سونا اور پچاس تولے چاندی کے عوض فروخت کرنا صحیح ہے۔ اور یوں سمجھیں گے کہ دو تولے سونا پچاس تولے چاندی کے عوض میں اور ایک تولہ چاندی ایک تولہ سونے کے عوض میں ہے۔ ایسا ہم اس وقت سمجھیں گے جب خرید و فروخت کرنے والوں نے اپنی زبان سے کچھ اور نہ کہا ہو۔ اور اگر انہوں نے یوں کہا کہ دو تولہ سونا ایک تولے سونے کے عوض میں اور ایک تولہ چاندی پچاس تولے چاندی کے عوض میں، تو اب ان کی تصریح کے ہوتے ہوئے ان کی تصریح کا اعتبار ہوگا اور معاملہ سود کا ہو جائے گا۔

اپنی انگوٹھی کسی کی انگوٹھی سے بدل لی تو دیکھیں:

i۔ اگر دونوں پر نگ لگا ہے تب تو ہر حال میں یہ تبادلہ اور سودا جائز ہے چاہے دونوں کی چاندی (اگر وہ چاندی کی ہوں) یا دونوں کا سونا (اگر وہ سونے کی ہوں) برابر ہو یا کم زیادہ سب درست ہے۔ البتہ ہاتھ در ہاتھ ہونا ضروری ہے۔ درست ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ہم یہ سمجھیں گے کہ ایک طرف کا نگ دوسری طرف کی چاندی کے عوض میں ہے۔ دوسری طرف سے بھی ایسا ہی سمجھیں گے۔ یہی حکم اس وقت بھی ہے جب دونوں طرف مثلاً سونے کی چوڑیاں ہو اور ان پر مینا چپکائی گئی ہو کیونکہ اس صورت میں ہر ایک کی مینا دوسرے کے سونے کے عوض میں ہو گی۔

ii۔ اور اگر دونوں سادی یعنی بے نگ کی ہوں تو دونوں کے وزن کا برابر ہونا شرط ہے۔ اگر ذرا بھی کمی بیشی ہوئی تو سود ہو جائے گا۔

iii۔ اگر ایک پر نگ ہے اور دوسری سادی ہے تو اگر سادی انگوٹھی میں زیادہ چاندی ہو تو یہ تبادلہ کرنا جائز ہے ورنہ حرام اور سود ہے۔ اسی طرح اگر اسی وقت دونوں طرف سے لین دین نہ ہو، ایک نے تو ابھی دے دی اور دوسرے نے کہا کہ میں ابھی تھوڑی دیر میں فلاں جگہ سے آکر دوں گا تو یہاں بھی سود ہو گیا۔ (بہشتی زیور)

سونے یا چاندی کے ساتھ اگر کچھ اور شے ہو تو خرید و فروخت کے طریقے

مسئلہ: ایک (چاندی کا) کامدار دوپٹہ یا ٹوپی وغیرہ دس تولے چاندی کے عوض خریدی تو دیکھیں گے کہ اس دوپٹہ یا ٹوپی میں کتنی چاندی لگی ہے۔ اگر اس میں مثلاً پانچ تولے چاندی کا کام ہوا ہے تو پانچ تولے چاندی تو اسی وقت دینا ضروری ہے باقی پانچ تولے چاندی بعد میں بھی دے سکتے ہیں۔

یہی حکم جڑاؤ زیور وغیرہ کی خرید کا ہے مثلاً جڑاؤ زیور جس میں دو تولے چاندی ہے پانچ تولے چاندی کے عوض خریدا تو خریدار پر لازم ہے کہ وہ دو تولے چاندی کے بدلے دو تولہ چاندی تو اسی وقت دے دے۔ قیمت کے باقی تین تولے جونگوں کے عوض ہوں

گے بعد میں بھی دے سکتا ہے۔ (بہشتی زیور)

چند متفرق مسائل

مسئلہ: سونے کے زیور یا برتن کو سونے یا چاندی کے عوض فروخت کیا اور قیمت کا نصف حصہ آپس میں جدا ہونے سے پہلے ادا کر دیا تو آدھے زیور و برتن میں بیع صحیح ہو جائے گی اور باقی آدھے میں صحیح نہ ہوگی۔ لہذا یہ زیور یا برتن بائع و مشتری کے درمیان مشترکہ ہو جائے گا اور مذکورہ مثال میں چونکہ گاہک نے نصف قیمت موقع پر ادا کی ہے لہذا نصف بائع کا ہوگا اور نصف مشتری کا ہوگا۔

مسئلہ: ایک شخص کے ذمہ مثلاً پچاس تولہ چاندی کا قرض ہے۔ مقروض نے قرض خواہ کے ہاتھ اس چاندی کے عوض ایک تولہ سونا فروخت کیا تو صحیح ہے۔ اور اگر قرض کی چاندی کا ذکر نہیں کیا بلکہ پچاس تولہ چاندی کو مطلق ذکر کیا یعنی فقط یوں کہا کہ ایک تولہ سونا تمہارے ہاتھ پچاس تولہ چاندی کے عوض فروخت کیا، اس سے قرض خواہ کے ذمے بھی پچاس تولہ چاندی ثابت ہوئی پھر مقروض اور قرض خواہ نے آپس میں حساب برابر سرابر کر لیا تو یہ بھی جائز ہے۔

مسئلہ: کھوٹی اور خراب چاندی دے کر اچھی چاندی خریدنی ہے اور اچھی چاندی وزن میں کھوٹی کے برابر نہیں مل سکتی تو اس کی تدبیر یہ ہے کہ پہلے خراب چاندی روپوں میں بیچ دی جائے اور جو رقم ملے اس پر قبضہ کرنے کے بعد اس سے اچھی چاندی خریدی جائے۔ ایک اور جائز صورت یہ ہے کہ اچھی چاندی کے ساتھ چند روپے بھی ملا دیے جائیں۔ اچھی چاندی اپنی ہم وزن خراب چاندی کے عوض ہو جائے گی اور باقی خراب چاندی کے عوض روپے ہو جائیں گے۔

مسئلہ: اگر کوئی ایسی چیز ہے کہ چاندی کے علاوہ اس میں کچھ اور بھی لگا ہے مثلاً بازو بند کے اندر لاکھ بھری ہوئی ہے یا اس پر نگ جڑے ہیں یا انگوٹھیوں پر نگینے لگے ہیں یا بازو بند میں لاکھ تو نہیں ہے لیکن دھاگوں میں گندھے ہوئے ہیں، ان چیزوں میں سے

کسی ایک کو (مثلاً تین تولے) چاندی کے عوض خریدا تو دیکھیں اس چیز میں کتنے وزن کی چاندی ہے؟ قیمت کی چاندی کے برابر ہے، یا اس سے کم ہے، یا زیادہ ہے؟ اگر قیمت کی چاندی سے اس چیز کی چاندی یقیناً کم ہو مثلاً دو تولہ ہو تو یہ معاملہ جائز ہے۔ کیونکہ اس صورت میں قیمت کی دو تولہ چاندی زیور کی دو تولہ چاندی کے عوض ہو جائے گی اور قیمت کی ایک تولہ چاندی لاکھ یا دھاگوں یا نگینوں کے عوض ہو جائے گی۔ اور اگر زیور کی چاندی برابر ہو یعنی 3 تولے ہو یا زیادہ ہو یعنی چار تولے ہو تو سود ہو گا۔ کیونکہ برابر ہونے کی صورت میں قیمت کی تین تولے چاندی زیور کی تین تولہ چاندی کے مقابل ہوگی اور لاکھ یا دھاگے یا نگینے بلاعوض رہیں گے۔ اور زائد ہونے کی صورت میں ان کے ساتھ ساتھ ایک تولہ چاندی بھی بلاعوض رہے گی۔

سود سے بچنے کی ترکیب یہ ہے کہ قیمت کی چاندی زیور کی چاندی سے کم رکھیں اور باقی قیمت میں روپے شامل کر دیں۔ مثلاً دونوں طرف پانچ پانچ تولے چاندی ہو تو قیمت کی چاندی کو پانچ تولے سے کچھ کم کر دیں مثلاً ساڑھے چار تولہ کر دیں اور قیمت میں نصف تولہ چاندی کے بجائے کچھ روپے مثلاً سو روپے ملا لیں۔ (بہشتی زیور)

بیع صرف میں خیار

مسئلہ: بیع صرف (سونے یا چاندی کی سونے یا چاندی کے عوض بیع) میں خیار شرط جائز نہیں۔

یعنی سونے یا چاندی کی کوئی چیز یا زیور سونے یا چاندی کے عوض خریدا اور شرط کیا کہ ایک دن تک یا تین یا اس سے بھی زائد دن تک ہم کو لینے نہ لینے کا اختیار ہے تو یہ جائز نہیں ہے۔ ایسے معاملہ میں ایسی شرط نہ کرنی چاہیے۔ (بہشتی زیور)

مسئلہ: ڈھلے ہوئے زیور میں خریدار کو خیار رؤیت یعنی دیکھ کر پسند نہ آنے پر لینے نہ لینے کا اختیار حاصل ہوتا ہے۔ البتہ خالص سونے چاندی کی خرید میں خریدار کو خیار رؤیت حاصل نہیں ہوتا۔ (درمختار)

مسئلہ: بیع صرف میں خریدار کو خیار عیب حاصل ہوتا ہے کہ عیب کا علم ہونے پر چاہے تو واپس کر دے۔ (درمختار)

بیع صرف کے بدل پر قبضہ سے قبل اس میں تصرف کرنا جائز نہیں

جب دونوں طرف سونا یا چاندی ہو خواہ زیور کی شکل میں ہو یا اشرفی وغیرہ کی شکل میں تو کسی عوض پر قبضہ کرنے سے پیشتر اس سے کوئی اور شے خریدنا جائز نہیں ہے مثلاً سونے کا زیور پچاس تولے چاندی کے عوض خریدا اور بائع نے ابھی چاندی پر قبضہ نہیں کیا تھا کہ اس چاندی کے عوض کوئی کپڑا وغیرہ خریدا تو یہ جائز نہیں ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ زید بکر سے 50 تولے چاندی کے عوض ایک تولہ سونے کی چوڑی خرید لے۔ پھر چوڑی پر قبضہ کرنے سے پیشتر خالد سے کہے کہ جو چوڑی میں نے بکر سے خریدی ہے اس کے عوض تم سے فلاں کپڑا خریدا تو یہ جائز نہیں۔

استحقاق ملکیت سے متعلق دو مسئلے

مسئلہ: زید نے بکر سے سونے چاندی کا زیور یا سونے چاندی کی بنی ہوئی کوئی اور شے خریدی۔ بعد میں زید کو علم ہوا کہ بائع یعنی بکر اس زیور یا شے کا تنہا مالک نہیں تھا بلکہ اس کے ساتھ ایک اور شخص خالد بھی برابر کا شریک تھا اور خالد اس سودے پر راضی نہیں ہے تو خریدار زید کو اختیار ہوگا کہ وہ چاہے تو نصف قیمت پر نصف زیور کا مالک بن جائے اور چاہے تو زیور واپس کر کے سودا فسخ کر دے۔ البتہ اگر خالد بھی اپنے حصے میں سودے کو قبول کر لے تو پورے زیور میں سابقہ سودا صحیح ہوگا۔

مسئلہ: زید نے بکر سے سونے کی ڈلی خریدی۔ پھر زید کو علم ہوا کہ اس ڈلی میں بکر کے ساتھ خالد بھی برابر کا یعنی نصف نصف کا شریک ہے اور وہ اپنے حصے میں سودے پر راضی نہیں ہے تو ڈلی کو توڑ کر خالد کو اس کا نصف حصہ دے دیا جائے گا اور خریدار بقیہ نصف حصے کو قیمت میں اسی تناسب سے یعنی نصف قیمت کے عوض میں لے گا کیونکہ ڈلی کو توڑنے میں کوئی نقصان نہیں ہے۔ جبکہ زیور یا کوئی اور ڈھلی ہوئی شے کو توڑنے میں

دونوں کا نقصان ہے۔

باب:4

سونے چاندی اور ان کے زیورات کی روپوں میں نقد اور ادھار خرید وفروخت

سوال: موجودہ رائج الوقت نوٹ (دس، پچاس، سو اور ہزار وغیرہ) سے سونا چاندی خریدنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: کاغذی نوٹوں سے سونا چاندی خریدنا جائز ہے۔

اگر کسی کو یہ خیال ہو کہ دس روپے اور زائد کے نوٹ تو رسید ہوتے ہیں کیونکہ ان پر لکھا ہوتا ہے کہ ''بینک دولت پاکستان عند الطلب اتنے روپے ادا کرے گا'' تو اس کا آسان جواب یہ ہے کہ ان کاغذی نوٹوں کا استعمال اتنا کثیر اور عام ہوگیا ہے کہ ان کے رسید ہونے کا تصور معدوم ہو چکا ہے اور عرفاً وعملاً ان ہی کو روپیہ اور ثمن سمجھا جاتا ہے۔

سوال: آج کل ادھار لین دین کے بغیر کاروبار قریباً قریباً ناممکن سا ہوگیا ہے اور سونے چاندی کا کاروبار کرنے والے لوگ بھی بامر مجبوری ادھار لین دین کرتے ہیں یعنی گاہک سونے چاندی کی چیز خرید کر لے جاتا ہے اور کہتا ہے کہ رقم اتنے دن بعد دوں گا۔ یہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: سونے چاندی کے زیور میں ادھار کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں:

i۔ سودا روپوں میں ہوا ہو۔ جب آپس میں جدا ہونے سے پہلے گاہک نے زیور پر قبضہ کرلیا ہو اور قیمت جو روپوں میں طے ہوئی اس کو بعد میں کسی مقررہ تاریخ پر دینے کا وعدہ کیا ہو تو یہ جائز ہے۔

ii۔سودا سونے یا چاندی کے بدلے میں ہوا یعنی زیور کے بدلے میں گاہک سونا یا چاندی دے گا تو اس صورت میں ادھار جائز نہیں ہے۔شرعاً سودے کے صحیح ہونے کے لیے جدا ہونے سے پہلے دونوں طرف سے قبضہ شرط ہے جیسا کہ شروع میں لکھے گئے ضابطوں سے واضح ہے۔

مسئلہ: دکاندار جب کوئی زیور کسی گاہک کے ہاتھ فروخت کرتے ہیں تو عام طور سے حساب یوں لگاتے ہیں مثلاً:

1۔کاسٹنگ کا سادہ مال بغیر نگینوں کے.........3 تولہ۔

2۔چھیجت و پالش 3 ماشہ (ایک ماشہ فی تولہ کے حساب سے جبکہ یہ معروف و رائج ہو)۔

3۔مزدوری مثلاً بحساب 500 روپے فی تولہ..........1500 روپے

دکاندار کا مذکورہ بالا طریقے سے زیور کی قیمت کا اپنے لیے اندازہ کرنا جائز ہے جبکہ گاہک کو صرف کل قیمت بتائے پوری تفصیل نہ بتائے تاکہ کسی قسم کی غلط بیانی نہ ہو لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دکاندار اس کی آڑ میں گاہک سے عام رواج سے بڑھ کر قیمت لے۔

غلط بیانی کی صورتیں اور خرابیاں

غلط بیانی کی صورتیں یہ ہیں: مثلاً سونا فی الواقع 21 کیرٹ کا یا اور کم کا ہو اس کو 22 کیرٹ کا بتایا جائے اور پالش رواج سے زیادہ لگائی جائے یا یوں کہے کہ اتنی پالش کاریگر نے کاٹ لی ہے جبکہ اس کو اس سے کم دی ہو۔غلط بیانی میں کئی خرابیاں ہیں۔ ایک تو غلط بیانی گناہ کا کام ہے، دوسرے گاہک کو دھوکہ دینا ہے، تیسرے اس کو نقصان پہنچانا ہے کہ اس سے 21 کیرٹ کے بجائے 22 کیرٹ کے دام لیے گاہک جب اس کو کسی اور سنار کے پاس فروخت کرے گا تو وہ سنار اس کو 21 کیرٹ کے دام دے گا حالانکہ اس کو بجا طور پر 22 کیرٹ کے دام کی امید تھی۔علاوہ ازیں گاہک جب اس

زیور کی زکوٰۃ نکالے گا تو 22 کیرٹ کے حساب سے نکالے گا حالانکہ حقیقت میں کم بنتی ہے۔

اسی طرح مزدوری میں بھی گاہک کو یہ تاثر نہ دیا جائے کہ جو مزدوری اس سے لی جا رہی ہے وہ اتنی ہی ہے جتنی کاریگر کو دی گئی ہے جبکہ کاریگر کو فی الواقع اس سے کم دی ہو۔

غرض بہتر طریقہ یہ ہے کہ زیور کا سودا کل قیمت کے عوض میں کیا جائے یعنی زیور کی جو کل قیمت لینی مقصود ہے وہ بتا دے تفصیل نہ لکھے البتہ گاہک کو سونے کے بارے میں صحیح تفصیل بتا دی جائے تاکہ آئندہ کبھی فروخت کے وقت وہ دھوکہ محسوس نہ کرے اور زکوٰۃ صحیح حساب سے دے سکے۔

تنبیہ:

بہشتی زیور میں سونے چاندی کی روپوں میں ادھار خریداری کے مسئلہ کو ذکر کرتے ہوئے ایک شرط کی قید لگائی گئی ہے۔ ہم نے اس شرط کو ذکر نہیں کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دلائل اس شرط کے خلاف ہیں۔ بہشتی زیور کی عبارت اور اس کا جواب ذیل میں مذکور ہے:

> ''ایک (چاندی کا) روپیہ یا کئی (چاندی کے) روپے کے پیسے لیے یا پیسے دے کر (چاندی کا) روپیہ لیا تو اس کا حکم یہ ہے کہ دونوں طرف سے لین دین ہونا ضروری نہیں بلکہ ایک طرف سے ہونا کافی ہے مثلاً تم نے (چاندی کا) روپیہ تو اسی وقت دے دیا لیکن اس نے پیسے ذرا دیر بعد دیے یا اس نے پیسے اسی وقت دے دیے تم نے علیحدہ ہونے کے بعد دیا یہ درست ہے۔۔۔لیکن یاد رکھو کہ پیسوں کا یہ حکم اسی وقت ہے جب دکاندار کے پاس پیسے ہیں تو سہی لیکن کسی وجہ سے دے نہیں سکتا یا گھر پر تھے وہاں جا کر لائے گا تب دے گا۔ اور اگر پیسے نہیں تھے یوں کہا جب سودا بکے اور پیسے آئیں تو لے لینا یا کچھ پیسے ابھی دے دیے اور باقی کی نسبت کہا کہ جب بکری ہو اور پیسے آئیں تب لے لینا، یہ درست نہیں۔ اور چونکہ اکثر پیسوں کے موجود نہ ہونے ہی سے ادھار ہوتا ہے اس لیے مناسب یہی ہے کہ بالکل پیسے ادھار کے نہ چھوڑے۔

حاشیہ پر ذکر ہے: **و بطل ما لیس فی ملکه الا بطریق السلم فانه صحیح۔**" (بہشتی زیور)

بہشتی زیور کے اس اقتباس سے یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ آج کل سونے چاندی کی روپوں کے بدلے میں ادھار خرید وفروخت صرف اسی وقت جائز ہوگی جب خریدار کے پاس روپے موجود ہوں اور کسی وجہ سے فوری طور پر دے نہ سکتا ہو۔ اور اگر اس کے پاس یعنی اس کی ملکیت میں قیمت کے برابر روپے نہ ہوں تو خریداری صحیح نہ ہوگی۔

جواب

i۔ بہشتی زیور میں درج یہ مسئلہ ایک دوسرے دوسرے قول پر مبنی ہے جس کے مطابق سونے چاندی کی روپوں کے بدلے میں خرید وفروخت میں بھی دونوں جانب سے جدا ہونے سے پہلے قبضہ کرنا شرط ہے۔ جبکہ راجح اور مفتی بہ ومعمول بہ قول جس کو ہم نے اختیار کیا ہے اس کے مطابق صرف ایک جانب سے قبضہ کرنا بھی کافی ہے اور ایک جانب سے ادھار جائز ہے۔

بزازیہ میں علامہ حانوتی رحمہ اللہ کا فتویٰ نقل کرنے کے بعد اسی کے بارے میں لکھا ہے:

قال فلا یغتر بما فی فتاویٰ قارئ الهدایة من انه لا یجوز بیع الفلوس الی اجل بذهب او فضة لقولهم لا یجوز اسلام موزون فی موزون الا اذا کان المسلم فیه مبیعا کزعفران و الفلوس غیر مبیعة بل صارت اثمانا۔اھ

اور علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قلت والجواب حمل ما فی فتاویٰ قارئ الهدایة علی ما دل علیه کلام الجامع من اشتراط التقابض من الجانبین فلا یعترض علیه بما فی البزازیة المحمولة علی ما فی الاصل وهذا احسن مما اجاب به فی صرف النهر من ان مراده بالبیع السلم و الفلوس لها

شبه بالثمن ولا يصح السلم فی الاثمان ومن حيث انها عروض فی الاصل اكتفی بالقبض من احد الجانبين تامل۔(رد المحتار: 205/4،مطبوعہ کوئٹہ)

ii۔بعض اور حوالہ جات سے بھی بہشتی زیور میں مذکور مسئلہ کے صحیح نہ ہونے کا علم ہوتا ہے:

ا۔اذا اشتری الرجل فلوسا بدراهم ونقد الثمن ولم تكن الفلوس عند البائع فالبيع جائز و ان استقرض الفلوس من رجل و دفع اليه قبل الافتراق او بعده فهو جائز اذا كان قد قبض الدراهم فی المجلس۔ (عالمگیری:624/3)

۲۔و روی الحسن عن ابی حنيفة رحمه الله تعالىٰ اذا اشتری فلوسا بدراهم وليس عند هذا فلوسا ولا عند الآخر دراهم ثم ان احدهما دفع وتفرقا جاز و ان لم ينقد واحد منهما حتی تفرقا لم يجز كذا فی المحيط۔ (عالمگیری:224/3)

ان حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ خریدتے وقت اگر ملکیت میں روپے نہ ہوں تب بھی کچھ حرج نہیں ہے۔

iii۔ایک جواب یہ بھی ہے کہ عالمگیری اور درمختار و ردالمحتار میں جہاں یہ مسئلہ ذکر ہے وہاں بہشتی زیور میں مذکور قید وشرط کا ذکر نہیں ہے اور کہیں اور بھی ذکر نہیں ہے،جس سے اس قید کا نہ ہونا ہی راجح معلوم ہوتا ہے۔

سونے کی ادھار خریداری کی چند مزید صورتیں

سوال: خالص سونے کی ادھار خریداری کرنے کی ایک ایسی عملی صورت چل رہی ہے جس میں کوئی اضافی رقم یا منافع نہیں دینا پڑتا اور ادائیگی خریدار کی مرضی پر ہوتی ہے۔کوئی قسط وار ادائیگی کی بھی شرط نہیں ہوتی۔خریدار کے پاس اگر اگلے روز تمام رقم کا انتظام ہو گیا تو اس نے دے دی یا تھوڑی رقم کا انتظام ہوا تو وہ دے دی یعنی اپنی

سہولت سے۔لیکن اس طرح کی خریداری میں سونا معمولی نوعیت کا ناقص آتا ہے یعنی خریدار پیسے خالص سونے کے دیتا ہے لیکن اس کو کچھ کھوٹ ملا سونا ملتا ہے۔

جواب:

1۔22 کیرٹ والا سونا 24 کیرٹ کے نرخ پر روپوں میں خریدنا جائز ہے۔

2۔سونے کی روپوں کے عوض میں ادھار خریداری جائز ہے بشرطیکہ خریدتے وقت سونے پر قبضہ کرلیا ہو اور سودا کرتے وقت یہ نہ کہا ہو کہ پیسے پھر کبھی دے دیں گے بلکہ یا تو ادھار قیمت کی ادائیگی کی کوئی مدت مقرر کی ہو مثلاً یوں کہا ہو کہ اتنے روپوں کے عوض اتنا سونا ایک مہینے یا پندرہ دن کے ادھار پر دے دو یا خریدار نے مطلق صورت میں خریدا ہو اور یوں کہا ہو کہ اتنے روپوں کے عوض اتنا سونا دے دو اور دکاندار نے دے دیا پھر اس سے کہا کہ رقم بعد میں دے دیں گے۔

پہلی صورت میں دکاندار کو مدت سے پہلے مطالبہ کرنے کا شرعی حق نہ ہوگا جبکہ دوسری صورت میں دکاندار کی مرضی ہوگی کہ وہ چاہے مہلت دے یا نہ دے اور اگر مہلت دے دے پھر بھی وہ جب چاہے مطالبہ کرنے کا شرعی حق رکھتا ہے۔

اس کے برعکس اگر سودا کرتے وقت یوں کہا کہ اتنا سونا دیدو پیسے بعد میں دے دیں گے تو اس کے ناجائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ معلوم نہیں کہ دکاندار کو مطالبہ کرنے کا شرعی حق کب ہوگا؟ ہوسکتا ہے کہ وہ جلد مطالبہ کرنا چاہے جبکہ خریدار یہ کہے کہ تم ابھی مطالبہ نہیں کرسکتے۔اس طرح سے حق مطالبہ کے وقت کے بارے میں لاعلمی فریقین کے درمیان جھگڑے کا باعث بن سکتی ہے جو شریعت کو گوارا نہیں ہے اور اس بات سے سودا فاسد ہوجاتا ہے۔

اب اصل سوال کا جواب یہ ہے کہ بائع جب سودے میں یہ بتا دے کہ اتنے نرخ پر 22 کیرٹ سونا ملے گا اور ادھار کی مدت کی تعیین بھی کی ہو تو مذکورہ سودا جائز ہے۔

سوال: سونے کی ادھار خریداری کی دوسری صورت یہ ہے کہ سونا بالکل خالص

آتا ہے۔ مال فوراً مل جاتا ہے۔ قیمت کی ادائیگی ایک ہفتے بعد ہوتی ہے لیکن بھاؤ سے مثلاً سوروپے فی تولہ فی ہفتہ زیادہ دینا پڑتا ہے؟

جواب: اصولی بات تو اوپر بتائی جا چکی ہے۔ اس سوال میں مذکور صورت کی آگے دوصورتیں بن سکتی ہیں:

1۔ خالص سونے کی قیمت مثلاً پانچ ہزار روپے طے ہوئی۔ اب خریدار اگر ادائیگی ایک ہفتے بعد کرے گا تو وہ دکاندار کو پانچ ہزار ایک سوروپے ادا کرے گا اور اگر دو ہفتے بعد ادا کرے گا تو پانچ ہزار دوسوروپے ادا کرے گا۔ یہ صورت ناجائز اور حرام ہے۔

2۔ پہلے سے طے کرلیا کہ مثلاً دو ہفتے کے ادھار پر سونا لینا ہے۔ اور سودا پانچ ہزار دوسوروپے میں طے ہوا۔ پھر اگر خریدار نے کسی وجہ سے ادائیگی میں تاخیر کی تو اس سے مزید رقم نہیں لی جائے گی۔ یہ صورت جائز ہے۔

زبانی سودا پہلے ہو اور لین دین ایک دوسرے سے جدا ہونے کے بعد ہو اگرچہ بیک وقت ہو

سوال: آج سونے کا بھاؤ مثلاً =/50,000 روپے فی تولہ ہے۔ گاہک سودا ابھی مثلاً فون پر کرلے، سونا کچھ وقت کے بعد ملے گا۔ جس وقت سونا ملے گا اسی وقت قیمت کی ادائیگی فوری ہوگی۔ ادائیگی کے وقت تک اکثر بھاؤ میں کمی بیشی ہو جاتی ہے۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ ایسی صورت میں ادائیگی کے وقت جو بھاؤ اور نرخ ہے اس کے مطابق ادائیگی ہوگی یا طے شدہ بھاؤ سے ہوگی؟

جواب: یہ طریقہ اگر بیع کے طور پر ہو تو ناجائز ہے کیونکہ سودا پہلے ہو اور لین دین بعد میں کسی وقت ہو تو دونوں طرف سے ادھار ہوا اور یہ دین (ادھار) کی دین (ادھار) کے عوض بیع ہے جو منع ہے۔ البتہ اس کو اگر وعدہ بیع کے طریقہ پر کیا جائے تو صحیح ہوسکتا ہے یعنی فریقین آپس میں یہ وعدہ کرلیں کہ فلاں دن ہم اتنی قیمت پر یہ بیع کریں گے۔ اور پھر اس دن بیع کی مجلس میں لین دین کرلیا جائے۔ جس قیمت کا آج

وعدہ کیا ہے لین دین کے وقت اسی کا اعتبار ہوگا۔ اور باہمی رضامندی سے چاہیں تو قیمت میں کمی بیشی بھی کر سکتے ہیں۔

ادھار سودے کے کچھ اور طریقے

مسئلہ: گاہک نے روپوں کے عوض سونا خریدا اور دکاندار کو اپنا ڈیبٹ کارڈ (Debit card) یا کریڈٹ کارڈ (Credit card) دیا تاکہ وہ اس کے ذریعے اپنے روپے وصول کر لے۔ اِس طریقے میں بائع کے اکاؤنٹ میں رقم کی منتقلی فوری نہیں ہوتی بلکہ کچھ وقت کے بعد ہوتی ہے جب دکاندار بینک میں اپنی پرچی بھیجتا ہے۔ اس لیے یہ بھی روپوں میں ادھار سودا ہے اور سودے کی نشست میں ہی گاہک کے لیے سونے پر قبضہ کرنا ضروری ہے تاکہ دونوں طرف سے ادھار نہ ہو۔

سوال:

ادھار سودے کی تین مزید صورتیں مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ سونے کی قیمت موجودہ نرخ سے پچاس روپے فی تولہ کم یا زیادہ لی جائے گی لیکن مال اگلے روز ملے گا اور اسی وقت کل قیمت کی ادائیگی بھی کی جائے گی۔

2۔ سونے کی قیمت موجودہ نرخ سے 100 روپے فی تولہ کم یا زیادہ ہوگی لیکن سات دن کے اندر اندر بیچنے والا جب چاہے سونا خریدار کے حوالے کرے گا اور قیمت بھی اسی وقت لے گا۔

3۔ سونے کی قیمت موجودہ بھاؤ سے کچھ کم یا زیادہ لی جائے گی مگر شرط یہ ہے کہ سودا ابھی طے کریں اور سونا سات دن کے اندر اندر خریدنے والا جب چاہے منگوا سکتا ہے۔ قیمت کی ادائیگی سونا ملنے پر فوری ہوگی۔

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ تینوں سودے زبانی ہوتے ہیں اور کوئی گواہ بھی نہیں ہوتا۔ مندرجہ بالا معاہدوں میں کسی ایک فریق کی طرف سے انکار کی صورت میں دوسرا اس سے طے کردہ قیمت اور سونے کی موجودہ قیمت کے درمیان جو فرق ہوگا وصول

کرے گا۔

جواب: سودے کے یہ تمام طریقے ناجائز ہیں کیونکہ ان میں دونوں طرف سے ادھار ہے اور یہ دین (ادھار) کی دین (ادھار) کے عوض بیع ہے جو شریعت میں ناجائز اور فاسد ہے۔ اور اس فاسد سودے میں کسی ایک فریق کے انکار پر دوسرے کا اس سے قیمت کا فرق لینا بھی جائز نہیں ہے۔

باب:5

دکاندار کا پرانے زیورات خریدنا

سوال: زیورات کی تیاری میں یہ ضروری ہے کہ خالص سونے میں ایک مقررہ شرح سے دوسری دھاتوں کو ملایا جائے۔ اس ملاوٹ میں لوگ مختلف طریقے اختیار کرتے ہیں۔ پرانے زیورات خریدتے وقت خریدار کو جو عام طور سے دکاندار ہوتا ہے اس میں ملاوٹ کی صحیح شرح کا تعین کرنا مشکل ہوتا ہے لہذا خریدنے والا اپنے تجربے کی روشنی میں ایک اندازہ قائم کرتا ہے اور پرانے زیورات میں خالص سونے کا تعین کر کے اس وقت کے بھاؤ سے قیمت مقرر کرتا ہے اور نقد ادا کر کے ان کو خرید لیتا ہے۔ خریدنے کے بعد ان زیورات کو گلا کر سونے کو صاف کر کے خالص سونا حاصل کیا جاتا ہے جو لگائے گئے اندازے سے کچھ کم یا کچھ زیادہ ہوتا ہے۔ اس نفع ونقصان کی شرعاً کیا حیثیت ہے؟

جواب: خریدار نے اپنے تجربے کی روشنی میں اندازہ کر کے بتایا کہ اس زیور میں خالص سونا چھ تولہ ہے اور وقت کے بھاؤ سے یوں حساب بتایا کہ اس میں چھ تولے خالص سونا ہے اور 50,000 ہزار روپے فی تولہ کے حساب سے کل 3 لاکھ روپے بنے۔ پھر جب گلا کر دیکھا تو خالص سونا ساڑھے چھ تولہ نکلا تو اس کے ذمے واجب ہوگا کہ وہ آدھا تولہ خالص سونے کی قیمت یعنی 25 ہزار روپے زیور کے مالک کو ادا کرے اور اگر اس کا کچھ اتا پتا نہ ہو تو وہ رقم صدقہ کر دے۔

چونکہ اندازہ میں کمی بیشی کا احتمال رہتا ہے لہذا صحیح اور جائز طریقہ اختیار کرنے کے لیے خریدار کو چاہیے کہ وہ خالص سونے کا اندازہ کر کے جو قیمت بتائے وہ کل زیور کی بتائے یعنی فقط یوں کہے کہ یہ زیور میں تم سے تین لاکھ روپے میں خریدتا ہوں، یوں

نہ کہے کہ میں 50 ہزار روپے تولہ کے حساب سے تین لاکھ روپے میں خریدتا ہوں۔

سوال: ایک دکاندار کے پاس اپنے فروخت کیے ہوئے زیورات آتے ہیں جن میں خالص سونے کا تعین نسبتاً آسان اور صحیح ہوتا ہے۔ ان زیورات کو بازار کے بھاؤ سے کچھ کم بھاؤ لگا کر خریدا جاتا ہے۔ اس منافع کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

جواب: جب روپوں میں اوپر مذکورہ طریقے سے خریدا ہو تو جائز ہے اور نفع حلال ہے۔

تنبیہ:

اب مارکیٹ میں ایسی مشینیں آ گئی ہیں جو فوری طور پر زیور کو گلا کر خالص سونے کو کھوٹ سے علیحدہ کر دیتی ہیں۔ ان کو لیبارٹری (Laboratory) کہا جاتا ہے۔ جہاں اس لیبارٹری کی سہولت موجود ہو وہاں دکاندار خود اندازہ کرنے کے بجائے لیبارٹری سے خالص سونے کی حقیقی مقدار معلوم کرے۔

لیبارٹری والے گاہک سے خود بھی سونا خریدتے ہیں لیکن ان پر لازم ہے کہ وہ سونے کے بارے میں صحیح صحیح نتیجہ دیں۔ دیانت کے خلاف کام نہ کریں۔

خریدنے کے بعد پتہ چلا کہ نگینے اصل ہیں

سوال: ہماری زیورات کی دکان ہے ایک صاحب ہمارے پاس چاندی کا لاکٹ بیچنے کے لیے لائے۔ ہم نے چاندی کے حساب سے خرید لیا مثلاً پانچ سو روپے میں۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اس کے نگینے اصل تھے جن کی قیمت پانچ ہزار تک بنتی ہے۔ خریدتے وقت نہ ہم کو معلوم تھا اور نہ گاہک کو۔ تو اب کیا کریں؟

واضح رہے کہ گاہک کو اطلاع دینا ممکن بھی ہے کیونکہ اس کا ہمارے ہاں آنے جانے کا معمول ہے۔

جواب: اگر نگینے موجود ہوں تو بعینہ وہی مالک کو واپس کیے جائیں۔ اور اگر وہ کہیں استعمال ہو گئے ہوں تو ان نگینوں کی قیمت مالک کو ادا کریں۔ اور اگر مالک کا کچھ

علم نہ ہو تو نگینوں کی قیمت کو اپنے ثواب کی نیت کے بغیر صدقہ کر دیں۔

باب:6

سونے چاندی اور ان کے زیورات کو ادھار بیچنے کی صورت میں اگر سونے چاندی کے نرخ میں کمی بیشی ہو جائے تو کیا کریں؟

سوال: پیچھے اس بات کا ذکر ہو چکا ہے کہ اگر ایک طرف سونا یا چاندی ہو اور دوسری طرف روپے ہوں تو ایک طرف کا ادھار جائز ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کسی نے دو تولے سونا فروخت کیا۔ اس کی قیمت مثلاً 1,00,000 روپے بنی۔ سودے کے وقت سونے پر خریدار نے قبضہ کر لیا اور وعدہ کیا کہ وہ 100,000 روپے پندرہ دن میں ادا کر دے گا۔ اتنی مدت میں سونے کی قیمت میں فرق پڑ گیا مثلا سونے کا نرخ 50,000 روپے فی تولہ سے بڑھ کر 52,000 روپے تولہ ہو گیا یا گر کر 48000 روپے تولہ ہو گیا۔ اب 15 دن پورے ہونے پر ادائیگی کس حساب سے ہو گی؟ اگر جتنے روپے سودے میں طے ہوئے تھے اتنے ہی دینے لینے لازم ہیں تو اس میں بائع (بیچنے والے) یا خریدار کا نقصان نظر آتا ہے۔

جواب: اللہ تعالیٰ نے سونے چاندی کی تخلیق کرنسی (Currency) کے طور پر کی ہے لہذا اگرچہ سونے چاندی کے سکے اب چلنے بند ہو گئے ہیں لیکن سونے چاندی کی کرنسی کی حیثیت ہمیشہ باقی رہتی ہے۔ اور وہ ہماری اصطلاحی کرنسی مثلاً ''روپیہ، ریال، پونڈ اور ڈالر'' کے لیے اصل معیار ہے۔

اگر سونے چاندی کے اعتبار سے روپے کی قیمت کم وبیش ہو جائے یا دوسرے لفظوں میں سونے یا چاندی کے نرخ کم ہو جائیں یا بڑھ جائیں تو جو ادھار کی رقم روپوں میں ادا کرنی ہے مثلاً کوئی زیور 100,000 روپے میں فروخت کیا اور فروخت والے دن چاندی کا نرخ 1000 روپے تولہ ہو تو فروخت والے دن 100,000 روپے کی مالیت اصل معیار کے حساب سے 100 تولہ چاندی ہوگی۔ خریدار جب ایک مہینے بعد ادائیگی کرنے لگا تو اس وقت چاندی کے نرخ بڑھ کر 1100 روپے فی تولہ یا گھٹ کر 900 روپے فی تولہ ہو گئے۔ تو اب ادائیگی اصل معیار یعنی چاندی میں کی جائے گی یعنی خریدار روپوں کے بجائے 100 تولہ چاندی دے۔ یہی معاملہ سونے میں بھی کیا جا سکتا ہے یعنی روپوں کی مالیت چاندی کے بجائے سونے میں نکال لی جائے اور خریدار سونے میں ادائیگی کر دے لیکن سونے میں ادائیگی کرے یا چاندی میں اس بارے میں ضابطہ یہ ہوگا کہ سونے چاندی میں سے (i) جس میں فرق نہ ہوا ہو۔ مثلاً سونے کے نرخ میں تو فرق ہوا لیکن چاندی کے نرخ میں فرق نہیں پڑا تو چاندی کو اختیار کریں گے اور ادائیگی روپوں میں کریں گے یا (ii) جس میں کمتر فرق پڑا ہو مثلاً 50000 روپے قرض لیے۔ قرض لیتے وقت ایک تولہ سونا 50000 روپے کا آتا ہے اور ایک تولہ چاندی 1000 روپے کی آتی تھی۔ ادائیگی کے وقت سونے کے نرخ بڑھ کر 52000 روپے تولہ ہو گئے اور چاندی کے بڑھ کر 1100 روپے ہو گئے۔ مقروض اگر سونے میں ادائیگی کرے تو اس کو دو ہزار زائد یعنی 52000 کا سونا خرید کر دینا پڑے گا اور اگر چاندی میں ادائیگی کرے تو 50 تولہ چاندی 55000 روپے میں خرید کر دینی ہوگی۔ تو چونکہ چاندی کے حساب سے فرق کم ہوا ہے اس لیے مقروض چاندی میں ادائیگی کرے گا اور 50000 روپے کے بجائے 50 تولے چاندی دے گا۔

یہی ضابطہ اس صورت میں ہے جب سونے چاندی کے نرخ گر جائیں۔ مثلاً 50,000 روپے قرض کے واپس کرنے ہیں اور قرض لیتے وقت چاندی کا نرخ 1000 روپے تولہ ہو اور ادائیگی کرتے وقت چاندی کا نرخ گر کر مثلاً 900 روپے رہ

گیا ہوتو اس صورت میں بھی مقروض 50 تولے چاندی ادا کرے گا۔

اگر بائع اورخریدار یا قرض دینے والا اور مقروض دونوں روپوں میں ہی لین دین کو اختیار کریں تو جتنے روپے کا قرض وادھار تھا صرف اتنے ہی لے سکتے ہیں زیادہ نہیں لے سکتے۔مثلاً 50000 روپے قرض تھا تو لینے والا 50000 روپے ہی واپس لے گا زیادہ نہیں لے سکتا زائد سود ہوگا۔البتہ 50 تولہ چاندی لے سکتا ہے چاہے اب وہ جتنے روپوں کی بھی آئے۔

اصل مسئلہ معلوم ہو جانے کے بعد اب ہم سوال کے جواب کی طرف آتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ دوتولے سونا، چاندی یا ان کا کوئی زیور (یا کوئی اور سامان) 100,000 روپے میں مثلاً ایک ماہ کے ادھار پر فروخت کیا۔جب ایک ماہ بعد ادائیگی کا وقت آئے گا توسونے اور چاندی کے نرخ کو دیکھا جائے گا اورسونے و چاندی میں سے جس کے نرخ میں کچھ فرق نہ آیا ہو یا جس کے نرخ میں فرق کم ہوا ہواس کو بطور معیار اور اصل کے لے لیں گے۔اگر چاندی کے نرخ میں کچھ فرق نہ ہوا ہوتو خریدار صرف وہی رقم دے گا جو سودے میں طے ہوئی یعنی 100,000 روپے۔اور اگر چاندی کے بھاؤ میں فرق تو پڑا لیکن سونے کے بھاؤ میں فرق سے کم تر تو خریدار ادائیگی چاندی کی صورت میں کرے گا۔ یعنی 100,000 روپے میں جتنی چاندی سودے کے دن آتی تھی اتنی چاندی ادا کرے مثلاً سودے کے دن چاندی 1000 روپے تولہ تھی اور اب ادائیگی کے دن وہ ایک 1100 روپے تولہ ہوگئی ' تو چونکہ سودے کے دن کے نرخ کے حساب سے 100,000 روپے کی 100 تولہ چاندی آتی تھی لہذا خریدار اب ادائیگی 100 تولے چاندی کی کرے گا۔اور اگرسونے کے بھاؤ میں چاندی کے مقابلے میں کم فرق ہوا ہوتو سونے میں ادائیگی کرے مثلاً سونے کا بھاؤ 50,000 روپے سے بڑھ کر 52500 روپے تولہ ہو گیا جبکہ چاندی 1000 روپے سے بڑھ کر 1100 روپے تولہ ہوگئی۔تو سودے کے دن 100,000 روپے کا دوتولے سونا آتا تھا وہ اب 105000 روپے کا آئے گا جبکہ 100 تولہ چاندی 110000 روپے کی آئے گی۔لہذا اس وقت خریدار

ادائیگی 100,000 روپے کے بجائے دو تولے سونے کی شکل میں کرے گا۔

کسی کو یہ خیال ہو کہ یہ تو انجام کار سونے کی سونے سے یا سونے کی چاندی سے بیع ہوئی جو کہ بیع صرف ہے جبکہ حال یہ ہے کہ اس میں بیع صرف کی شرائط مفقود ہیں یعنی نہ تو برابری ہے اور نہ ہاتھ در ہاتھ (یعنی نقد) ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ بیع صرف وہ ہوتی ہے جس میں ابتداءً دونوں طرف سونا یا چاندی ہو جبکہ ہمارے مسئلہ میں ایسا نہیں ہے بلکہ ایک طرف سونا یا چاندی ہے اور دوسری طرف روپے ہیں۔ غرض خریدار کے ذمے ابتداءً روپے ثابت ہوئے ہیں، ادائیگی کے وقت تک یہی صورتحال رہی۔ بائع اور مشتری کو نقصان سے بچانے کے لیے آخر میں روپوں کی اصل اور ان کے معیار یعنی سونے چاندی کو اختیار کیا گیا ہے۔

اگر سونے چاندی کے یا ان میں سے کسی ایک کے نرخ گر جائیں یا بڑھ جائیں مثلاً سونا خریدتے وقت چاندی کے نرخ 1000 روپے تولہ تھے جو گر کر 900 روپے ہو گئے تو 1,00,000 روپے کے بجائے 100 تولہ چاندی ادا کرے۔ اور اگر بڑھ کر 1100 ہو جائیں تب بھی 100 تولہ چاندی ادا کرے گا۔ مذکورہ بالا مسئلہ کی صراحت مندرجہ ذیل عبارتوں میں مذکور ہے:

اما اذا غلت قیمتها او انتقصت فالبیع علی حاله و لا یتخیر المشتری و یطالب بالنقد بذلک العیار الذی کان وقت البیع کذا فی الفتح القدیر۔ و فی البزازیة عن المنتقی غلت الفلوس او رخصت فعند الامام الاول و الثانی اولاً لیس علیه غیرها و قال الثانی ثانیاً علیه قیمتها من الدراهم یوم البیع و القبض و علیه الفتویٰ و هکذا فی الذخیرة و الخلاصة عن المنتقی و نقله فی البحر واقره حیث صرح بان الفتویٰ علیه فی کثیر من المعتبرات فیجب ان یعول علیه افتاء و قضاء و لم ار من جعل الفتویٰ علی قول الامام هذا فی الخلاصه ما ذکره المصنف

رحمہ اللہ تعالیٰ فی رسالتہ بذل المجھود فی مسئلۃ تغیر النقود۔

وفی الذخیرۃ عن المنتقی اذا غلت الفلوس قبل القبض او رخصت قال ابو یوسف رحمہ اللہ قولی و قول ابی حنیفۃ فی ذلک سواء و لیس لہ غیرھا ثم رجع ابو یوسف و قال علیہ قیمتھا من الدراھم یوم وقع البیع ویوم وقع القبض۔ و قولہ یوم وقع البیع ای فی صورۃ البیع وقولہ یوم وقع القبض ای فی صورۃ القرض کما نبہ علیہ فی النھر فی باب الصرف۔

و حاصل ما مر انہ علی قول ابی یوسف المفتی بہ لا فرق بین الکساد و الانقطاع و الرخص و الغلاء فی انہ یجب قیمتھا یوم وقع البیع او القرض لا مثلھا۔

و فی دعوی البزازیۃ من النوع الخامس عشر عن فوائد الامام ابی حفص الکبیر استقرض منہ دانق فلوس حال کونھا عشرۃ بدانق فصارت ستۃ بدانق او رخص و صار عشرون بدانق یاخذ منہ عدد ما اعطی و لا یزید و لا ینقص۔ قلت ھذا مبنی علی قول الامام وھو قول ابی یوسف اولاً وقد علمت ان المفتی بہ قولہ ثانیاً بوجوب قیمتھا یوم القرض وھو دانق ھی سدس درھم سواء صار الآن ستۃ فلوس بدانق او عشرین بدانق تامل (رد المحتار: 27/4، مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ)

و لو کان یروج لکن انتقص قیمتہ .... و فتوی الامام قاضی ظھیر الدین علی انہ یطالب بالدراھم التی یوم البیع یعنی بذلک العیار و لا یرجع علیہ بالتفاوت۔ (رسائل ابن عابدین: 61/2)

باب: 7

پرانے زیور سے نئے زیور کا تبادلہ

سوال: نیا زیور خریدنے کے لیے گاہک اپنا پرانا زیور دکاندار کے پاس لاتا ہے اس زیور کی روپوں میں قیمت علیحدہ طے کی جاتی ہے اور نیا زیور جو گاہک لینا چاہتا ہے اس کی قیمت علیحدہ مقرر کی جاتی ہے ان دو قیمتوں میں جو فرق ہو صرف اس کا لین دین کرلیا جاتا ہے۔ تبادلہ میں بسا اوقات ایسی صورت بھی پیش آتی ہے کہ مثلاً پرانے سادہ غیر جڑاؤ زیور کا کل وزن 6 تولہ ہے اور قیمت تین لاکھ روپے مقرر ہوئی اور نئے سادہ غیر جڑاؤ زیور کا وزن 5 تولہ ہے اور قیمت تین لاکھ روپے طے ہوئی کیونکہ نئے زیور میں مزدوری اور چھیجت بھی شامل کی جاتی ہے اس صورت میں صرف دونوں زیوروں کا تبادلہ ہوا نقد روپوں کا کوئی دخل نہیں ہوا۔

جواب: یہ طریقہ ناجائز ہے کیونکہ زیور نیا ہو یا پرانا، ہے تو سونا یا چاندی۔ اور مذکورہ معاملے میں درحقیقت نئے زیور کا پرانے زیور سے تبادلہ اور سودا ہوا ہے لہذا اس سودے (بیع صرف) کے تمام ضابطوں کو جو پہلے باب میں ذکر ہوئے پورا کرنا ہوگا ورنہ سود ہو جائے گا۔

پرانے زیور کے نئے زیور سے تبادلہ کی جائز صورتیں

آسان اور عام فہم صحیح طریقہ یہ ہے کہ دکاندار گاہک سے روپوں میں اس کا پرانا زیور خرید لے اور گاہک کو روپے ادا کردے اس کے بعد گاہک جو نیا زیور خریدے اس کی قیمت اس سے وصول کرلے۔ اس کے لیے دکاندار کو صرف اتنا اہتمام کرنا پڑے گا

کہ اپنے پاس نقدی کی ایک مقدار حاضر رکھنی پڑے گی لیکن یہ کوئی مشکل بات نہیں ہے۔

اگر زیور کا زیور ہی سے تبادلہ کرنا ہو تو مندرجہ ذیل چند ضابطوں کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے:

i۔ اگر دونوں طرف کا زیور سادہ ہو اور دکاندار کا زیور گاہک کے زیور کے وزن کے مساوی ہو یعنی دونوں طرف کا زیور تین تین تولے کا ہو یا اس سے وزن میں کم ہو مثلاً گاہک کا زیور تین تولے کا ہو اور دکاندار کا زیور دو تولے کا ہو اور دکاندار گاہک سے مزید کچھ لینا چاہتا ہو تو وہ اپنے زیور کے ساتھ (Imitation) کی کوئی چیز مثلاً کان کی دو بالیاں ساتھ کر دے۔

اور اگر دکاندار کا زیور گاہک کے زیور سے زیادہ وزن کا ہے تو دکاندار گاہک سے زائد روپے بھی لے سکتا ہے۔

ii۔ اگر زیور جڑاؤ ہو تو ہر طرح سے زیور کا زیور کے بدلے تبادلہ جائز ہوگا۔ اس وقت ایک طرف کا زائد سونا مع روپے کے (اگر ہو تو) دوسرے کے نگینوں کی قیمت ہو جائے گی۔ ایسا دونوں طرف سے سمجھا جائے گا۔ البتہ ہاتھ در ہاتھ ہونا ضروری ہے۔

iii۔ اگر ایک طرف سادہ زیور ہو اور دوسری طرف جڑاؤ ہو اور دکاندار گاہک سے مزید روپے بھی لینا چاہتا ہے تو:

ا۔ اگر جڑاؤ زیور دکاندار کا ہو اور سادہ زیور گاہک کا ہو تو خواہ گاہک کے زیور کا سونا دکاندار کے زیور میں موجود سونے سے کم ہو یا زیادہ یا اس کے برابر ہو ہر صورت میں زائد روپے لینا جائز ہے۔ گاہک کا سونا کم ہو تو ظاہر ہے کہ دکاندار اپنے زائد سونے کی اور موتیوں کی قیمت لے سکتا ہے۔ دونوں کا سونا برابر ہے تو دکاندار کے زیور میں جو موتی لگے ہیں دکاندار ان کی قیمت لے سکتا ہے اور جب گاہک کا سونا زیادہ وزن کا ہو تو زائد سونا دکاندار کے موتیوں کا عوض ہوگا۔ اگر اس کے ساتھ دکاندار مزید روپے لے تو زائد سونا اور روپے موتیوں کے عوض میں ہوں گے۔

۲۔ اگر سادہ زیور دکاندار کا ہو اور جڑاؤ گاہک کا تو اگر گاہک کے زیور میں سونا دکاندار کے سونے سے کم ہو تو دکاندار گاہک سے روپے لے سکتا ہے کیونکہ دکاندار اپنے زائد سونے کی قیمت میں موتی اور روپے لے رہا ہے۔ اور اگر گاہک کے زیور میں موجود سونا مساوی ہو یا زیادہ ہو تو دکاندار گاہک سے مزید روپے نہیں لے سکتا بلکہ اس صورت میں مزید روپوں کے بغیر بھی تبادلہ جائز نہیں ہوگا الا یہ کہ دکاندار اپنے پاس سے کچھ مثلاً چاندی کی یا (Imitation) کی بالیاں ملا دے۔

سوال: تبادلہ کی صورت میں پہلے دکاندار پرانے زیور میں خالص سونے کا تعین کرتا ہے گاہک بھی اس اندازے کو قبول کرتا ہے اور پھر نیا زیور پسند کرتا ہے۔ نئے زیور میں سونے کی موجود مقدار میں سے پرانے زیور کے سونے کا وزن منہا کر دیا جاتا ہے زائد سونے کی موجودہ بھاؤ سے قیمت جوڑی جاتی ہے اور مزدوری و نگینے کی قیمت اس میں جمع کر کے لے لی جاتی ہے۔ اگر پرانے زیور میں سونے کا وزن زیادہ ہوتا ہے تو اس کی قیمت واپس کی جاتی ہے۔

جواب: تبادلہ کا یہ طریقہ جائز نہیں کیونکہ اس کی بعض صورتوں میں سود بنتا ہے مثلاً نیا اور پرانا زیور دونوں ہی دس دس تولے کے ہوں اور سادہ ہوں یعنی نگینے کے بغیر ہوں پرانے زیور میں خالص سونا نو تولے ہو جبکہ نئے زیور میں خالص سونا آٹھ تولے ہو۔ پچاس ہزار فی تولہ کے حساب سے پرانا زیور =/4,50,000 روپے کا ہوا۔ چونکہ سنار خواہ وہ کاریگر ہو یا دکاندار ہو گاہک کے ہاتھ زیور فروخت کرتے ہوئے اِس کا کل وزن سونے میں لگاتے ہیں اِس لئے نئے زیور کا حساب یوں کرتے ہیں

10 تولہ سونے کی قیمت	5,00,000 روپے
چھجت 10 ماشہ کی قیمت	41,667 روپے
بنوائی	25,000 روپے
نئے زیور کی کل قیمت	5,66,667 روپے

اب دکاندار اپنے دس تولے کا نیا زیور دے کر گاہک سے دس تولے کا پرانا زیور اور

مزید 1,16,667 روپے لے گا۔ چونکہ ضابطہ نمبر 2 میں گذر چکا ہے کہ جب سونے کا سونے سے یا چاندی کا چاندی سے تبادلہ کیا جائے تو مقدار میں برابری کرنا واجب ہے اگرچہ ایک طرف کا سونا چاندی خالص ہو اور دوسری طرف کے سونے چاندی میں کچھ کھوٹ ملا ہو۔ اس لیے دکاندار جو مزید 1,16,667 روپے لے گا وہ سود بنے گا۔

باب:8

ٹانکے، پالش اور کاسٹنگ کے مسائل

ٹانکے کا مسئلہ

سوال: زیور بنانے کے لیے سونے کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کو جوڑ کر مختلف چیزیں تیار کی جاتی ہیں۔ جوڑنے کے لیے ٹانکہ استعمال ہوتا ہے جو کہ ضروری ہے۔ ٹانکہ کی تفصیل یہ ہے کہ وہ ایسا سونا یا ایسی دھات ہو جو زیور کے سونے سے پہلے پگھل جائے اور دوٹکڑوں کو آپس میں جوڑ دے۔

ٹانکہ بنانے کے لیے سونے میں مزید ملاوٹ کرنی پڑتی ہے جو زیورات کو جوڑنے کے بعد ان میں موجود رہتی ہے۔کاریگر جب دکاندار کے پاس زیورات لے جاتے ہیں تو ٹانکے سمیت زیور کا کل وزن کر کے لے جاتے ہیں اور ان کو بدلے میں کل وزن کے برابر سونا دیا جاتا ہے۔نظریہ یہ ہوتا ہے کہ ٹانکہ کے بدلے کا سونا زیور بنانے کی چھیجت کے طور پر دیا جارہا ہے۔

اس کے علاوہ ٹانکہ کیڈمیم (Cadmium) کا بھی ہوتا ہے جو ایک قسم کی دھات ہے جس کی تھوڑی سی مقدار سونے میں ملانے سے حسب ضرورت ٹانکا حاصل ہو جاتا ہے۔زیور بنانے کے لیے بہت سے لوگ یہ ٹانکا استعمال کرواتے ہیں۔اس صورت میں دکاندار جب چھیجت کی مد میں مقررہ شرح سے کاریگر کو سونا دیتے ہیں تو اس کے ساتھ ٹانکے کی مد میں بھی کچھ سونا دیتے ہیں۔کیا ٹانکے کے بدلے خالص سونا لینا جائز ہے؟

جواب: ٹانکے کے بدلے خالص سونا لینا یا روپے لینا جائز ہے۔اور اس سے کچھ

فرق نہیں پڑتا کہ دکاندار یا کاریگر اس کو ٹانکے کا بدل کہے یا چھیجت میں اضافہ کہے۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ ٹانکے کو علیحدہ شمار کرے اور چھیجت کو علیحدہ شمار کرے۔

سوال: اگر بغیر ٹانکا لگائے زیور تیار ہوسکتا ہو پھر بھی کوئی اپنے فائدے کے لیے مناسب حد تک ٹانکا لگائے تو جائز ہے یا ناجائز ہے؟

جواب: چونکہ زرگر ٹانکے کے مقابلہ میں خالص سونا لیتا ہے لہذا جہاں ٹانکے کی ضرورت ہو تو ضرورت کی حد تک جائز ہے اور اگر ضرورت نہ ہو تو بلاضرورت ٹانکا لگا کر گاہک یا دکاندار کو ٹانکے کی ضرورت ظاہر کرنا دھوکہ دینا ہے جو مسلمان کی شان کے خلاف بھی ہے اور ناجائز بھی ہے۔

پالش کا مسئلہ

زیور نیا ہو یا پرانا اس کو چمکانے کے لیے پالش کی جاتی ہے جو کپڑے کے مختلف بف اور کیمیکل سے کی جاتی ہے۔ پالش کرنے سے بھی سونے کی باریک سی چھلائی ہوتی ہے اور یوں سونے کا وزن کم ہو جاتا ہے۔ دکاندار اور کاریگر کے درمیان پالش کے لیے چھلائی کی خاص شرح مقرر اور معروف ہوتی ہے۔ اس چھلائی کو بھی چھیجت کہا جاتا ہے۔ اگر چھیجت معروف شرح سے زیادہ ہو جائے تو دکاندار کاریگر سے زائد چھلائی واپس لیتا ہے۔

سوال: پرانے زیور پر میل کچیل لگی ہونے کی وجہ سے پالش کے لیے اس کا وزن نہیں کیا جاتا اور اسی وجہ سے پالش کی مقرر چھیجت کا بھی لحاظ نہیں کیا جاتا۔ لہذا بعض پالش کرنے والے پرانے زیورات میں سے جان بوجھ کر زائد سونا چھیلتے ہیں۔ اس کے لیے وہ یا تو زیادہ بف لگاتے ہیں یا ایسا خاص کیمیکل استعمال کرتے ہیں جس میں ایک خاص وقت تک ڈبونے سے زیور کی بناوٹ پر بھی اثر نہیں پڑتا اور میل کچیل کے ساتھ ساتھ سونے کی باریک تہہ بھی اتر جاتی ہے۔ کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

جواب: جتنی چھلائی اور چھیجت معروف و مروج ہو یا آپس میں طے کر لی ہو اس

سے زیادہ حاصل کرنا یا حاصل کرنے کی کوشش کرنا جائز نہیں ہے۔

کاسٹنگ

دکاندار کسی زرگر سے زیور کی کاسٹنگ کرواتا ہے یعنی اس کا ڈھانچا بنواتا ہے۔ اس کے لیے دکاندار کبھی تو زرگر کو اپنا سونا دیتا ہے اور کبھی زرگر کو کہتا ہے کہ وہ اپنے سونے سے یہ کام کرے۔ کاسٹنگ کے عمل میں بھی سونے کی چھیجت (Wastage) ہوتی ہے جس کی ایک مخصوص شرح معروف ومروج ہے۔ کاسٹنگ والے کو یہ چھیجت بھی ملتی ہے اور علیحدہ سے مزدوری بھی ملتی ہے۔

اس حد تک معاملہ جائز ہے۔

سوال: کاسٹنگ والے کبھی مشین کی روانی تیز ہونے کا عذر کر کے زیادہ چھیجت حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

جواب: یہ جائز نہیں ہے کیونکہ کاسٹنگ والا اس طریقے سے آرڈر دینے والے کو نقصان پہنچاتا ہے۔

سوال: بعض کاسٹنگ والے ڈھلائی کے بعد صحیح صفائی نہیں کرتے جس کی وجہ سے زیور پر کاسٹنگ پاؤڈر (powder) کی ہلکی سی تہہ رہ جاتی ہے جو زیور کے وزن کو بڑھاتی ہے۔ کاسٹنگ والا اس زائد وزن کے مقابل بھی خالص سونا وصول کرتا ہے۔ بعد میں پالش کرنے سے وہ تہہ اتر جاتی ہے۔ یہ معاملہ شرعاً کیسا ہے؟

جواب: یہ دھوکہ ہے اور ناجائز ہے۔

باب:9

چھیجت (Wastage) کا مسئلہ

سوال: یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ زیور بنانے کے ہر ہر مرحلے میں سونا گھٹتا ہے یعنی ضائع ہوتا ہے۔ یہ ضیاع (Wastage) سونے کے باریک باریک ذرات کی شکل میں ہوتا ہے جو زیور بنانے کے دوران جھڑ کر بکھر جاتے ہیں اور ان کو بعد میں ایک عرصہ کے بعد جمع کیا جاتا ہے۔ اس کا مسئلہ نیارا کے عنوان سے علیحدہ ذکر کیا گیا ہے۔ ان ذرات کے جھڑنے اور بکھرنے سے ظاہر ہے کہ سونے کے وزن میں کمی اور گھٹت آتی ہے۔ اس گھٹت اور کمی کو سناروں کے عرف میں چھیجت اور (Wastage) کہا جاتا ہے۔ دکاندار اور زرگروں نے اس گھٹت کی شرح ایک تولہ میں ایک ماشہ بتائی ہے یعنی کل سونے کا بارہواں حصہ۔ زرگر نے سونے کا زیور بنایا۔ اس تیار زیور کے سونے کا وزن تین تولے ہے۔ ظاہر ہے کہ سونے کے ذرات جو جھڑے وہ اس موجود تین تولے سے زائد ہوں گے اس لیے طے شدہ شرح یعنی ایک ماشہ فی تولہ کو سامنے رکھتے ہوئے زرگر دکانداروں سے تین تولہ پر تین ماشہ زائد سونے کی قیمت بھی لیتے ہیں۔

کاریگر کو زیور بنانے کے دوران جو سونا گھٹنے کی صورت میں نقصان ہوتا ہے اس کی مقدار کبھی مندرجہ بالا شرح سے کچھ زیادہ ہوتی ہے اور کبھی کچھ کم ہوتی ہے۔

اگر بنانے میں اس کے پاس سونا کم گھٹتا ہے تو اس کو کچھ سونا بچ جاتا ہے اور اگر گھٹت مقررہ شرح سے زیادہ ہوتی ہے تو نقصان ہوتا ہے مگر چھیجت اس کو مقررہ شرح کے مطابق ہی دی جاتی ہے۔ واضح رہے کہ ایک زیور بنانے میں کل کتنا سونا گھٹتا ہے اس کا پورا پورا حساب رکھنا مشکل ہے۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ اس طرح سے سونے کی بچت یا نقصان کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

i۔ بہت سے زیورات ایسے بھی ہوتے ہیں جن میں گھٹت بالکل نہیں ہوتی مگر دی جاتی ہے۔

ii۔ کچھ زیور ایسے بھی بنتے ہیں جن میں گھٹت ہوتی ہے مگر چھیجت نہیں دی جاتی اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: ہم نے اس مسئلے پر خاصا غور کیا تو معلوم ہوا کہ چھیجت کا مسئلہ فی نفسہ کوئی پیچیدہ مسئلہ نہیں ہے۔ غیر صحتمندانہ مقابلہ بازی اور شریعت کے ضابطوں کا لحاظ نہ کرنے کی وجہ سے یہ واقعی مسئلہ بن گیا ہے۔ اس مسئلہ کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں جن کا حکم علیحدہ علیحدہ تفصیل سے لکھا جاتا ہے:

پہلی صورت

کاریگر نے اپنے سونے سے زیور بنایا اور دکاندار کے ہاتھ روپوں کے عوض میں یا سونے کے عوض میں فروخت کیا۔

سونے کا زیور روپوں کے عوض فروخت کرنا

کاریگر نے سونے کا زیور تیار کیا جس کا وزن 3 تولہ ہے۔ اس کی تیاری میں 3 ماشہ چھیجت ہوئی جس کو کاریگر نے مزید 3 ماشہ سونا ملا کر پورا کیا۔ اس طرح کاریگر کو یہ زیور 3 تولہ 3 ماشہ سونے کا پڑا۔ مزدوری کے 2000 روپے فی تولہ کے حساب سے 6000 روپے ہوئے۔ سونا 50,000 روپے تولہ ہو تو کل لاگت 1,68,500 روپے ہوئی۔ کاریگر ریٹ بتاتے ہوئے دکاندار کو چھیجت کی شرح بتا بھی دے تو دیانتداری کو ملحوظ رکھتے ہوئے بتانے میں کچھ حرج نہیں ہے۔ البتہ بہتر یہ ہے کہ زیور کا سودا کل 1,68,500 روپے کے عوض ہو۔ یوں تفصیل کے ساتھ بل (Bill) نہ بنائے کہ 3 تولہ سونے کے 1,50,000 روپے اور چھیجت کے 3 ماشہ کے 12500 روپے اور مزدوری کے 6000 روپے۔ کیونکہ ہوسکتا ہے کہ چھیجت فی الواقع 3 ماشہ سے کم ہو اور یوں کاریگر غلط بیانی کا مرتکب قرار پائے۔ لیکن اب چونکہ ایک ماشہ فی تولہ چھیجت عرف

و رواج میں راسخ ہو چکی ہے لہذا ابل میں اس کو ذکر کرنا جائز ہے۔

اگر ایسا زیور ہو جس میں گھٹت نہیں ہوتی مگر دی جاتی ہے تو اس صورت میں بھی 3 تولہ زیور کی قیمت 1,68,500 روپے بتائی جائے۔ ریٹ بتاتے ہوئے تفصیل کو ذکر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں یعنی یہ کہ اتنا سونا ہے، مزدوری اتنی ہے اور چھیجت تقریباً اتنی ہے لیکن جب دکاندار کاریگر کو کہتا ہے کہ زیور مجھے دے دو تو اس وقت سودا 1,68,500 روپے میں طے پائے۔ بہتر ہے کہ دکاندار یوں کہہ دے کہ میں نے 1,68,500 روپے میں خریدا یا کاریگر یوں کہے کہ یہ میں نے تمہارے ہاتھ 1,68,500 روپے میں فروخت کیا یا یہ کہے کہ میں نے تمہیں 1,68,500 روپے میں دیا۔

اگر زیور میں گھٹت ہوتی ہے مگر چھیجت نہیں دی جاتی تو اس صورت میں بھی دکاندار اور اس کے گاہک کے درمیان کل روپوں میں جو قیمت طے پائے اس کے عوض فروخت کیا جائے۔

غرض کاریگر جب اپنے سونے سے زیور بنائے تو وہ اس زیور کو جتنا ہے اور جیسا ہے کی بنیاد پر دکاندار کے ہاتھ جتنے مرضی روپوں کے عوض فروخت کر سکتا ہے لیکن سودے میں دھوکہ نہ دے۔

سونے کا زیور سونے کے عوض فروخت کرنا

اگر زیور سادہ ہو اور مثلاً 20 کیرٹ کا ہو تو اس کو خالص سونے کے عوض فروخت کیا جا سکتا ہے۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ دونوں طرف کا سونا برابر وزن کا ہو اور لین دین دونوں طرف سے ہاتھ در ہاتھ ہو۔ نہ تو ادھار ہو اور نہ ہی کسی ایک طرف چھیجت وغیرہ کے نام پر زائد سونا یا رقم ہو۔ البتہ اگر کسی ایک طرف چاندی یا امی ٹیشن کی کوئی چیز ہو تو دوسری طرف سے زائد سونا جائز ہے۔

اگر زیور جڑاؤ ہو تو سونے کے زائد وزن کے عوض میں بھی فروخت کیا جا سکتا ہے لیکن زیور میں جتنا سونا ہے اس کے بقدر عوض کے سونے پر قبضہ کرنا آپس میں جدا

ہونے سے پہلے ضروری ہے۔ مثلاً 5 تولے کے جڑاؤ زیور میں 3 تولہ سونا ہے اور 2 تولہ نگوں کا وزن ہے تو عوض میں 3 تولہ سے زائد جتنا سونا ہوگا (خواہ اس میں کچھ حصہ چھیجت کے نام پر ہو) وہ نگوں کے عوض میں آجائے گا۔ اگر چھیجت کے نام پر بھی ہو تو سودا فائنل کرتے ہوئے مطلق سودا کیا جائے یعنی یوں کہا جائے کہ یہ زیور اتنے کا ہے یہ نہ کہا جائے کہ چھیجت کے اتنے ماشے ہیں۔ کیونکہ اس میں احتمال ہے کہ وہ واقع کے اعتبار سے درست نہ ہو۔

دوسری صورت

کاریگر نے دکاندار کے سونے سے زیور بنا کر دکاندار کو دیا ہو۔ اس صورت میں چونکہ کاریگر اجیر ہے اور اس کو اپنے کام کی اجرت ملتی ہے لہذا چھیجت کا اعتبار کرتے ہوئے اجرت طے کی جاسکتی ہے۔ البتہ فقط چھیجت کو اجرت نہیں بنایا جاسکتا کیونکہ جیسا کہ سوال میں مذکور ہے چھیجت کم وبیش ہوتی ہے لہذا مجہول یعنی غیر معلوم مقدار میں ہے جو شرعاً اجرت نہیں بن سکتی۔ پھر دکاندار کاریگر کو چھیجت کا سونا ہبہ کردے یا معاف کر دے۔

تیسری صورت

دکاندار نے کاریگر کو زیور بنانے کے لیے سونا دیا اور کاریگر نے دکاندار کے سونے کے بجائے اپنے سونے سے زیور بنایا۔ چونکہ اس طرح کا بھی رواج ہے اس لیے رواج وعرف کو دلیل بنا کر سمجھا جائے گا کہ دکاندار نے اپنا سونا کاریگر کو قرض دیا ہے۔ اور بنے ہوئے زیور کے سونے کو قرض میں سے وصول کیا ہے۔ یہ صورت بھی دوسری صورت کی طرح ہوگی اور دکاندار چھیجت کاریگر کو ہبہ کردے یا معاف کردے۔

دکاندار کا زیور آگے گاہک کو فروخت کرنے میں چھیجت کا مسئلہ

دکاندار جب آگے گاہک کو زیور فروخت کرتا ہے تو وہ بھی تفصیلی بل (Bill) بناتے ہوئے پالش، چھیجت اور مزدوری کا ذکر کرتا ہے اور باوجودیکہ دکاندار نے کاریگر کو ایک

تولہ پر ایک ماشہ چھیجت دی ہوتی ہے جیسا کہ عرف و رواج میں ہے لیکن وہ خود اپنے گاہک سے ڈیڑھ ماشہ چھیجت وصول کرتا ہے۔ چونکہ چھیجت کا ایک خاص مطلب ہے یعنی زیور بناتے ہوئے سونے میں جو واقعی گھٹت ہوئی ہے لہذا یہ صحیح نہیں کہ دکاندار اپنے گاہک کو چھیجت میں واقع سے زائد مقدار بتائے۔ وہ اپنی مزدوری یا نفع کے نام سے عوض لے سکتا ہے۔ مثلاً 3 تولہ سونے پر فی تولہ ایک ماشہ کے حساب سے 3 ماشہ چھیجت بنے گی جو کہ معروف و مروج ہے۔

اب ایک صورت یہ ہے کہ دکاندار اپنے گاہک سے 1.5 ماشہ فی تولہ کے حساب سے 4.5 ماشہ اور مزدوری کے 1500 روپے لگائے اور دوسری صورت یہ ہے کہ وہ 3 تولہ سونا اور 3 ماشہ چھیجت اور 2125 روپے مزدوری کے لگائے۔ نتیجہ ایک ہی ہے لیکن پہلی صورت میں غلط بیانی ہوگی کہ بجائے ایک ماشہ فی تولہ کے ڈیڑھ ماشہ فی تولہ چھیجت لگائی۔ جبکہ متبادل جائز طریقے کو اختیار کرنا کچھ مشکل نہیں ہے۔

تنبیہ:

یہاں مزدوری کا لفظ استعمال ہوا ہے حالانکہ مزدوری و اجرت اس رقم کو کہتے ہیں جو کوئی کام کروانے پر یا کوئی شے بنوانے پر دی جائے۔ یہاں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ کاریگر نے اپنے مال سے خود زیور بنایا ہے اور دکاندار کے ہاتھ فروخت کیا ہے اور کاندار نے بھی آگے فروخت کیا ہے۔ اجرت و مزدوری پر کام نہیں کروایا اور نہ کچھ بنوایا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ محض لفظی اختلاف ہے کیونکہ کاریگر کام کرنے پر جو اجرت لیتا ہے وہ اس کا نفع ہی ہوتا ہے اس لیے نفع کہیں یا مزدوری کہیں اس سے حقیقت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

چھیجت اور پالش کو زیور کے وزن میں شامل کرنے سے متعلق ایک وہم کا ازالہ

سوال: ہمارے علاقے میں یہ رواج بن چکا ہے کہ گاہک زیور کے وزن کے حساب سے پیسے دیتا ہے۔ لہذا مارکیٹ میں لوگ مثلاً اگر تیار زیور 3 تولہ ہوتو اس پر 3 ماشے چھیجت یا پالش لکھ کر پورے زیور کا وزن 3 تولے 3 ماشے لکھتے ہیں، پھر مکمل وزن کی قیمت اور ساتھ اپنی مزدوری لگا کر گاہک کو بل بنا کر دیتے ہیں۔

کیا یہ جائز ہے کہ چھیجت یا پالش کا وزن بھی تیار زیور کے وزن میں لکھا جائے، جبکہ یہ واضح ہے کہ وہ تو کٹوتی ہوتی ہے، وزن میں شامل نہیں ہوتی۔

اگر ہم گاہک کو پالش وزن میں شامل کر کے نہ بتائیں تو گاہک پالش کے پیسے نہیں دے گا۔ کیونکہ گاہک کو موجودہ ریٹ تو معلوم ہی ہوتا ہے تو اس کے حساب سے گاہک کو جتنا وزن بتایا جائے وہ اس کے پیسے اور مزدوری دیتا ہے۔

جواب: اس بات کو ہم نے اس باب کے شروع ہی میں واضح کر دیا تھا کہ اگر تیار زیور میں سونے کا کل وزن تین تولہ ہے تو ظاہر ہے کہ چھیجت اور پالش کی کٹوتی اور گھٹت موجود 3 تولے سے علیحدہ ہوگی۔ اگر زرگر نے سونا 3 تولہ اور 3 ماشہ لیا۔ اور چھیجت وغیرہ میں 3 ماشہ کی گھٹت ہوئی تو باقی تین تولہ بچا۔ اور اگر زرگر صرف 3 تولے لیتا اور اس سے زیور بناتا تو چھیجت کی گھٹت کی وجہ سے سونا 3 تولے سے گھٹ کر 2 تولے 9 ماشے رہ جاتا۔ اس کو پورا 3 تولہ بنانے کے لیے زرگر کو تین ماشہ سونا مزید ملانا ہوگا۔ اس لیے مذکورہ صورت درست اور جائز ہے۔

تنبیہ:

تیار زیور میں سونے کا کل وزن اگر 3 تولہ ہو تو بل میں یوں نہ لکھیں کہ کل سونا 3 تولہ 3 ماشہ ہے بلکہ یوں لکھیں:

موجود سونا............................3 تولہ

چھیجت ....3 ماشہ

کل سونا جو استعمال ہوا...............3 تولہ 3 ماشہ

باب:10

دکاندار کا کاریگروں کے ساتھ لین دین

سوال: زیورات کی تیاری میں کئی مراحل ہوتے ہیں اور دو چیزیں ایسی ہیں جن کے بغیر زیورات کی تیاری تقریباً ناممکن ہے۔ ایک سونے میں ملاوٹ۔ دوسرے سونے کا گھٹنا یا کم ہونا یعنی چھیجت۔ سونے میں ملاوٹ کی خاص شرحیں مقرر ہیں اسی طرح چھیجت کی بھی خاص شرحیں مقرر ہیں۔ دکاندار عام طور پر کاریگر کو خالص سونا دیتے ہیں اور اس میں ملاوٹ کی خاص شرح بھی بتاتے ہیں تا کہ وہ اس ملاوٹ کا ذمہ دار رہے۔

مثال کے طور پر دکاندار نے کاریگر کو 10 تولہ خالص سونا دیا اور اس کو 10 ماشہ ملاوٹ کرنے کو کہا اور کاریگر کے نام پر کل وزن 10 تولہ 10 ماشہ لکھا۔ اب ملاوٹ شدہ سونے کا زیور بن کر آتا ہے جس کا وزن 8 تولہ ہے۔ مقررہ شرح سے اس کی چھیجت یا گھٹت 8 ماشہ بنتی ہے۔ تو دکاندار نے کاریگر کے نام پر کل 8 تولہ 8 ماشہ وزن جمع کیا اور باقی 2 تولہ 2 ماشہ ملاوٹ شدہ سونا کاریگر سے واپس لے لیا یا آئندہ کام کے لیے اس کے پاس چھوڑ دیا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سونا خالص دیا جبکہ واپس لیا ملاوٹ شدہ سونے کا زیور، اس لین دین کی شرعاً کیا حیثیت ہے؟

جواب: مذکورہ صورت میں کاریگر دکاندار کا اجیر ہے اور اس نے جائز کام کیا ہے اور کوئی خیانت نہیں کی۔ دکاندار اور کاریگر نے آپس میں خرید وفروخت کا معاملہ نہیں کیا ہے۔ لہذا مذکورہ معاملہ جائز ہے۔ مال سارا دکاندار کا ہوگا اور کاریگر کو اپنے کام کی اجرت ملے گی۔ جو چھیجت کے علاوہ ہوگی جیسا کہ چھیجت کے بیان میں تفصیل سے ذکر ہو چکا ہے۔

سوال: کچھ عرصہ پہلے تک یہ دستور تھا کہ دکاندار کاریگر کو جتنی عام طور سے چھیجت ہوتی ہے یعنی ایک تولہ میں ایک ماشہ دیتے تھے اور معقول مزدوری الگ سے دیتے تھے۔ اس کی وجہ سے بے ایمانی کم ہوتی تھی۔ پھر دکانداروں نے پہلے پہل مزدوری کم کرتے کرتے ختم ہی کر دی اور چھیجت ہی اجرت قرار دی جانے لگی۔ پھر طے شدہ چھیجت میں کمی شروع کر دی اور اب ایک تولہ میں ایک ماشہ جو 8 رتی کے برابر ہوتا ہے اس کی جگہ 4 رتی یعنی پہلے کی نصف کر دی لیکن دکاندار نے یہ سب کچھ اپنے فائدہ کے لیے کیا کاریگر اور گاہک کو کچھ فائدہ نہ دیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کاریگروں نے چھیجت بڑھا دی۔ وہ زبان سے تو یہی کہتے ہیں کہ ہم ایک تولے پر ایک ماشہ یعنی 8 رتی لیتے ہیں لیکن عملاً 16 رتی (یعنی 2 ماشہ) بلکہ بعض 20 رتی (2.5 ماشہ) تک لیتے ہیں۔

پھر جب کاریگر تیار کردہ زیور دکاندار کے پاس لے جاتا ہے تو دکاندار کاریگر سے خالص سونے کی گارنٹی مانگتا ہے کہ ایک تولے کے پیچھے کتنا ہوگا۔ جب تک دیانتداری زیادہ تھی تو کاریگر چھیجت کاٹ کر جو بتاتا وہ سچ ہوتا تھا۔لیکن جب سے دیانتداری میں مزید کمی آئی تو کاریگر 4 رتی سے 2 رتی اوپر چھوٹ کا کہتا ہے یعنی وہ 6 رتی کاٹ کر باقی سونے کے خالص ہونے کی ضمانت دیتا ہے لیکن اس میں بھی بعض کاریگر سچے نہیں ہوتے۔ بعد میں کسی موقع پر کاریگر کا جھوٹ کھل جائے تو دکاندار اس سے سارا پچھلا حساب نکلوالیتا ہے۔

جواب: یہ سب کچھ ناجائز ہے۔غیر معقول مقابلہ بازی میں دکاندار بھی مجرم بنے اور زرگر بھی۔ زرگروں نے غلط بیانی کی اور دکاندار نے ظلم کی روش اختیار کی جو زرگروں کی خیانت کا سبب بنی۔

سوال: ایک زرگر اپنے یہاں کچھ زیور تیار کرتا ہے جس میں 22 کیرٹ کا سونا لگاتا ہے۔ نگینے وغیرہ بھی لگاتا ہے پھر اس زیور کو دکاندار کے پاس بیچنے کے لیے لے جاتا ہے۔ دکاندار اس زیور کو پسند آنے پر اپنے یہاں رکھ لیتا ہے۔ پھر مزدوری اسی وقت یا کچھ دن بعد دے دیتا ہے اور اس زیور (جس میں نگینے وغیرہ بھی جڑے ہیں اور

سونا بھی 22 کیرٹ کا ہے) کے کل وزن کے مساوی خالص سونا کچھ دن بعد یکشمت یا قسطوں میں ادا کرتا ہے۔آیا یہ صورت جائز ہے یا ناجائز؟

جواب: وہ سونا جس میں کچھ کھوٹ ملا ہو لیکن کھوٹ مغلوب ہو یعنی سونے کی مقدار سے کم ہو، سونے کے بدلے اس کی خرید وفروخت میں اس کا حکم وہی ہوتا ہے جو خالص سونے کا ہوتا ہے جیسا کہ شروع میں ضابطہ نمبر 3 میں گذر چکا ہے۔

سوال میں مذکور صورت بیع کی ہے اجارہ یعنی اجرت پر کام کروانے کی نہیں ہے اور چونکہ دونوں جانب سونا ہے لہذا ادھار ناجائز ہے جیسا کہ ضابطہ نمبر 1 سے معلوم ہوا۔

اس صورت کے متبادل جائز طریقے دو ہیں:

1۔ دکاندار زرگر سے زیور کو ادھار روپوں میں خرید لے اور وہ قیمت پھر یکمشت یا قسطوں میں ادا کرے۔

2۔ زرگر اپنے ساتھ سونا لے جائے اور اپنی طرف سے دکاندار کو اتنا سونا قرض دیدے جو دکاندار زرگر کو قیمت کی ادائیگی میں دیدے۔ بعد میں دکاندار زرگر کا قرض یکمشت یا قسطوں میں اتار دے۔

تنبیہ:

بعض حضرات کی رائے میں ایک اور متبادل جائز طریقہ یہ ہے کہ زرگر اپنے زیور کو جس میں نیٹ 3 تولہ سونا ہے دکاندار کے ہاتھ 3.5 تولہ خالص سونے کے عوض فروخت کرنا چاہے تو وہ پہلے اپنے زیور کو کچھ تھوڑی سی رقم مثلاً ایک ہزار روپے میں فروخت کر دے اور روپوں پر قبضہ کر کے ان سے دوسرے سودے میں دکاندار سے 3.5 تولہ خالص سونا خرید لے۔ یہ صورت آسان بھی ہے اور حرام سے بچاؤ والی بھی ہے لیکن ہمارا خیال ہے کہ اس طریقہ وتدبیر میں حقیقت سے دوری بہت زیادہ ہے۔ کبھی کبھار کسی کو ضرورت پڑے تو وہ اس کو اختیار کر سکتا ہے لیکن بازار میں اس کو ایک مستقل معمول بنا لینا حیلے کی اپنی حدود سے تجاوز معلوم ہوتا ہے۔

سوال: زرگر حضرات دکاندار سے آرڈر لے کر یا خود اس کے آرڈر دینے پر اپنے

سونے سے مختلف چیزیں بنا کر اسے دیتے ہیں۔ دکاندار مزدوری اسی وقت یا بعد میں جب زرگر کو ضرورت ہو دے دیتا ہے۔ اور سونا جب زرگر کو ضرورت ہو اور وہ مطالبہ کرے اس وقت یکمشت یا تھوڑا تھوڑا کر کے دیتا ہے۔ آیا یہ صورت جائز ہے یا ناجائز ہے؟

جواب: یہ صورت بھی ناجائز ہے کیونکہ یہ سونے کی سونے کے عوض بیع ہے اور اس میں ادھار ہو رہا ہے حالانکہ جدا ہونے سے پیشتر دونوں جانب سے مال پر قبضہ شرط ہے۔ اس کی دو متبادل جائز صورتیں وہ ہیں جو اوپر جواب میں لکھی گئیں۔

سوال: کچھ زرگر اپنے سونے کا زیور بنا کر جیولرز کے ہاں رکھ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فروخت ہونے پر رقم دے دینا (یہ معلوم نہیں کہ اس مال کو دکاندار نقد بیچتا ہے یا ادھار)۔ یہ صورت جائز ہے یا ناجائز؟

جواب: اگر زرگر جیولرز کے ہاتھ زیور فروخت نہیں کرتے بلکہ اس کی دکان پر اپنا مال رکھ دیتے ہیں اور دکاندار اس کو زرگر کے لیے فروخت کرتا ہے۔ خواہ اس پر کچھ اجرت لیتا ہے یا نہیں یہ جائز ہے لیکن دکاندار پر لازم ہوگا کہ وہ شروع میں ذکر کیے گئے اصول وضوابط کے مطابق فروخت کرے۔ اجرت لینے کی صورت میں یہ ضروری ہے کہ شروع میں اجرت طے کر لی ہو۔ اگر دکاندار زیور کو روپوں کے عوض گاہک کے ہاتھ فروخت کرتا ہے خواہ نقد یا ادھار تو جائز ہے۔ اور اگر دکاندار زیور کو سونے کے عوض فروخت کرتا ہے اور ادھار کرتا ہے تو دکاندار کے لیے ایسا کرنا جائز نہیں۔ دکاندار پر واجب ہوگا کہ وہ اس سودے کو فسخ کر کے نئے سرے سے جائز طریقے کے مطابق سودا کرے۔ زرگر کو بھی چاہیے کہ وہ دکاندار کو ہدایت کر دے کہ وہ شرعی طریقے کے مطابق سودا کرے۔ لیکن اگر دکاندار نے سونے کا زیور سونے کے عوض مثلاً ایک دن کے ادھار پر فروخت کیا اور گاہک دوسرے دن ادائیگی کر کے جا چکا اور نامعلوم ہونے کی وجہ سے اس کے ساتھ سودے کو فسخ نہیں کیا جا سکتا تو زرگر کے لیے حاصل شدہ سونے کو اپنے کاروبار میں لگانا جائز ہے۔

سوال: ایک اور طریقہ کار یہ ہے کہ دکاندار اپنا سونا نہیں دیتا بلکہ کہتا ہے کہ سامان

یعنی زیور بنا کر لے آؤ، اوپر ذکر کیے ہوئے طریقے کے مطابق چھیجت اور مزدوری لو اور جو سونا بنے وہ نقد لے جاؤ۔

جواب: یہ طریقہ دکاندار کو اپنا زیور فروخت کرنے کا ہے اور جائز ہے۔

سوال: اکثر دکانداروں نے سیلز مین رکھے ہوتے ہیں۔ بعض مرتبہ زرگر کام تیار کر کے لے جاتا ہے لیکن دکاندار خود موجود نہیں ہوتا، تو زرگر وہ زیور سیلز مین کے حوالے کر کے آ جاتا ہے۔ پھر کسی دوسرے وقت یا دوسرے تیسرے دن جاتا ہے اور دکاندار سے حساب کرتا ہے اور اس سے سونا لیتا ہے۔ حساب کرنے کا یا سونا دینے کا اختیار سیلز مین کو نہیں ہوتا۔

جواب: یہ صورت فروخت کی ہے جس میں ادھار جائز نہیں۔ لہذا آپ فون پر رابطہ کر کے جائیں یا تیار زیور سیلز مین کو بطور امانت دے آئیں اور دوسرے وقت جا کر سودا کر لیں۔ مگر امانت کے زیور کو دکاندار بیچ نہیں سکتا۔

سوال: بعض مرتبہ دکاندار زرگر کو کہتا ہے کہ سونا میں نے منگوایا ہے ابھی آنے والا ہے انتظار کرو وہ آئے گا تب تمہیں زیور کی قیمت کا سونا ملے گا۔ سونے کے آنے میں دیر ہوتی ہے اور بعض مرتبہ زرگر کو بھی جلدی ہوتی ہے اس لیے وہ واپس جاتا ہے اور کسی دوسرے وقت یا دوسرے تیسرے دن جا کر حساب کر کے سونا لے لیتا ہے۔

جواب: اس میں دو صورتیں ممکن ہیں:

i۔ زرگر اور دکاندار دونوں اسی جگہ رہیں اور جب سونا آ جائے تب زرگر سونا لے کر میں دے دیتا ہے یا پھر 50,000 روپے فی تولہ کے حساب سے رقم کا سونا بنا جائے۔

ii۔ زرگر دکاندار سے فون پر وقت لے لے اور اپنے ساتھ سونا بھی لے جائے جو دکاندار کو پہلے بطور قرض دے دے۔ پھر زرگر سودا کر لے اور دکاندار سے کہے کہ وہ قرض دیے ہوئے سونے میں سے قیمت ادا کر دے۔ پھر بعد میں کسی وقت دکاندار سے اپنا قرض واپس لے لے۔

سوال: ایک صورت یہ ہوتی ہے کہ دکاندار کچھ سونا دے دیتا ہے اور زرگر اپنا سونا بھی استعمال کرتا ہے مثلاً زیور کا وزن 50 گرام ہوگا۔ تو دکاندار 25 گرام سونا دے دیتا ہے اور باقی سونا زرگر اپنے پاس سے ملا کر زیور تیار کر کے لے جاتا ہے پھر موقع پر حساب کر کے زرگر کو سونا مل جاتا ہے یا مندرجہ بالا صورتوں میں سے کوئی صورت اختیار کی جاتی ہے۔

جواب: اس صورت میں جب زرگر کا سونا دکاندار کے سونے سے مخلوط ہو جاتا ہے تو زیور دونوں کا مشترکہ ہو جاتا ہے لہذا زرگر زیور میں موجود اپنا سونا دکاندار کے ہاتھ فروخت کرتا ہے اور اس صورت میں فروخت کے وہ احکامات لاگو ہوں گے جو اوپر ذکر ہوئے۔

سوال: ایک صورت یہ ہوتی ہے کہ کاریگر اپنے سونے سے زیور تیار کر کے دکاندار کے پاس لے جاتا ہے اور اپنی چھیجت کا حساب لگا کر سونے کا خالص سونے میں حساب بنالیتا ہے۔ پھر اس خالص سونے کی رقم بنوالیتا ہے مثلاً سونے کے زیور کا کل وزن 5 تولہ ہے۔ اس میں کھوٹ کا وزن 12 رتی (یعنی 1.5 ماشہ) فی تولہ کے حساب سے 7.5 ماشہ ہے۔ لہذا خالص سونا 4 تولہ 4.5 ماشہ ہوا۔ پھر اس کی چھیجت اتری ایک ماشہ فی تولہ کے حساب سے 5 ماشہ جس کو کھوٹ ملے ہوئے سونے سے پورا کیا گیا۔

اگر 24 کیرٹ سونے کا نرخ 50,000 روپے فی تولہ ہو تو 4 تولہ 4.5 ماشے کی قیمت 2,18,750 روپے ہوئی جو دوسرے دن یا کچھ دن بعد دکاندار ادا کر دیتا ہے یا قسطوں کر دیتا ہے یا کچھ رقم دے دیتا ہے اور باقی کا سونا بنا کر دے دیتا ہے۔

ان بیان کردہ تمام صورتوں میں کاریگر چھیجت اور مزدوری کی بنیاد پر ہی کام کرتا ہے اور جو زیور تیار ہوتا ہے وہ نامکمل ہوتا ہے یعنی اس میں ابھی نگینے وغیرہ لگنے ہوتے ہیں جو دکاندار دوسرے کسی کاریگر سے خود لگواتا ہے۔

جواب: یہ صورت سونے کی فروخت کی ہے۔ چونکہ ابھی زیور میں نگینے وغیرہ نہیں

لگے لہذا بدلہ میں اگر سونا ہو گا تو اگر چہ روپے بنانے کے بعد ہی ہو ادھار اور کمی بیشی دونوں ناجائز ہوں گے کیونکہ یہ درحقیقت سونے کا سونے سے تبادلہ ہے۔لہذا سونے کو روپوں کے عوض فروخت کرے جس میں ادھار جائز ہے بشرطیکہ اسی نشست میں زرگر زیور دکاندار کے حوالہ کر دے۔

سوال: دکاندار جو پرانا زیور کسی سے خریدتا ہے اور وہ کھوٹ ملا ہوتا ہے اس کو پگھلا کر یا پگھلائے بغیر ہی کاریگر کو دیتا ہے جو گولڈ لیبارٹری سے ٹیسٹ کروا کر خالص سونا لیتا ہے اور بعد میں خالص سونا جتنا اس کا بنتا ہے لے لیتا ہے۔ اگر زائد سونا ہو تو دکاندار اگلے کام کے لیے زرگر کے پاس چھوڑ دیتا ہے، اور اگر کم ہو تو دوبارہ جا کر دکاندار سے لیتا ہے۔

جواب: سونے کے سونے سے تبادلہ میں ادھار اور کمی بیشی جائز نہیں۔لہذا اپنا سونا دکاندار کے ہاتھ روپوں کے عوض بیچیں اور پھر روپے ہی وصول کریں یا اگر زرگر ہو تو وہ اپنے ساتھ زیور کے برابر وزن کا سونا لے جائے جو وہ دکاندار کو بطور قرض دے دے اور دکاندار وہ سونا قرض لے کر زرگر کو فوری ادائیگی کر دے۔ اس کے بعد وہ لیبارٹری ٹیسٹ کروا کر پرانے زیور سے اپنا قرض وصول کر لے اور جو زائد ہو اس کو بطور امانت رکھ لے۔

باب:11

زرگر کی اجرت ومزدوری

سوال: اگر دکاندار زرگر کو پہلے ہی سونا دے دے اور زرگر اس سونے پر زیور تیار کرے اور اپنی چھیجت اور مزدوری وصول کرے تو کیا حکم ہوگا؟

جواب: یہ صورت بیع کی نہیں اجارے کی ہے یعنی زرگر دکاندار کے سونے پر کام کرتا ہے اور طے شدہ اجرت کا مستحق بنتا ہے۔ چھیجت کی جو شرح دیانتداری سے طے ہو اس کے مطابق چھیجت کاٹ سکتا ہے۔

سوال: زرگر اجرت پر کام کرتے ہیں یعنی دکاندار اپنا سونا دیتا ہے اور زرگر اس کے بتائے ہوئے کھوٹ ومیل کے مطابق خالص سونے میں کھوٹ ملاتے ہیں جو عام طور سے ایک تولہ خالص سونے میں ڈیڑھ ماشہ ہوتا ہے یا کم وبیش جیسے دکاندار کی منشا ہوتی ہے۔ جو سامان تیار ہوتا ہے اس پر عام طور سے ایک تولہ سونے پر ایک ماشہ چھیجت ہوتی ہے اور مزدوری بھی کام کی نوعیت کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے، یعنی زیادہ محنت والا کام ہو یا پیچیدہ کام ہو تو اس کے مطابق ہوتی ہے۔ نگینے دکاندار خود لگواتا ہے۔

جواب: یہ طریقہ کار اجرت پر کام کرنے کا ہے اور جائز ہے۔

سوال: زرگر اپنی رقم لگا کر مکمل زیورات تیار کرتے ہیں۔ ان زیورات میں اصلی جواہرات یا نقلی نگینے جڑے ہوتے ہیں۔ کچھ زیورات بغیر نگینہ کے ہوتے ہیں یعنی سادہ ہوتے ہیں۔

تیار زیورات عام طور پر زرگر دکانداروں کے ہاتھ فروخت کرتے ہیں۔ ان کے لین دین کا مروجہ طریقہ یہ ہے کہ تمام زیورات وزن کی بنیاد پر فروخت کیے جاتے

ہیں۔ زیور کے کل وزن کے بدلے اتنے وزن کا خالص سونا لیا جاتا ہے اور مزدوری بھی وزن کے حساب سے مقرر ہوتی ہے۔ عام طور پر فروخت کرنے والے زرگر کو خالص سونا اور رقم حاصل ہوتی ہے۔ اس کی بنیاد یہ سمجھی جاتی ہے کہ کل وزن کے بدلے جو خالص سونا مل رہا ہے وہ زیور میں موجود ملاوٹ شدہ سونا، اس کی چھیجت اور نگینوں کی قیمت ہے اور نقد رقم مزدوری کے بدلے مل رہی ہے۔ واضح رہے کہ مزدوری کی رقم کا تعین نگینوں کی عمدہ یا ناقص اقسام اور کام کی عمدہ بناوٹ اور خوبصورتی کی بنیاد پر کیا جاتا ہے۔

معلوم یہ کرنا ہے کہ ملاوٹ شدہ سونے کے بدلے خالص سونا لینا اور نگینوں کے بدلے خالص سونا لینا از روئے شرع کیا حیثیت رکھتا ہے؟ نیز کیا مزدوری کی مذکورہ صورت جائز ہے؟

<u>جواب</u>: پہلے تو یہ بات جاننا ضروری ہے کہ زرگر اپنا زیور دکاندار کے ہاتھ فروخت کر رہا ہے دکاندار کے سونے پر دکاندار کا مطلوبہ عمل نہیں کر رہا۔ لہذا مزدوری کا جو ذکر کیا گیا ہے وہ حقیقت میں مزدوری نہیں ہے بلکہ زیور کی قیمت ہی کا ایک حصہ ہے مثلاً پانچ تولے زیور کے بدلے پانچ تولے خالص سونا اور دو ہزار مزدوری کے نام سے جو طے ہوئے ہوں وہ درحقیقت زیور کی قیمت ہے۔

اب اگر زیور جڑاؤ ہے اور نگینے جڑے ہوئے ہیں اور زیور میں ملاوٹ شدہ سونا مثلاً تین تولہ ہو اور نگینوں کا وزن دو تولہ ہو تو یہ سودا صحیح ہے بشرطیکہ دونوں طرف سے لین دین نقد و نقد ہو یا کم از کم زیور پر قبضے کے ساتھ اس میں موجود (ملاوٹ شدہ) سونے کے تین تولہ وزن کے مقابل تین تولہ خالص سونے پر بھی قبضہ جدا ہونے سے پہلے ہو جائے کیونکہ زیور میں موجود ملاوٹ شدہ سونے کے مقابلے میں اتنی مقدار خالص سونا ہو جائے گا اور ان میں دوطرفہ قبضے کی شرط پوری ہو جائے گی جبکہ نگینوں کے مقابلے میں دو تولے خالص سونا اور دو ہزار روپے بن جائیں گے اور ان میں ادھار جائز ہے۔

لیکن اگر زیور سادہ ہو اور اس میں کچھ نگینے نہ جڑے ہوں تو پھر یہ معاملہ ناجائز اور سود کا بن جائے گا کیونکہ اس وقت پانچ تولے سادہ زیور کے مقابلے میں پانچ تولے

خالص سونا اور دو ہزار روپے ہوں گے۔ یہ دو ہزار روپے بلا بدل ہو کر سود بن جائیں گے۔

سوال: اجرت اور مزدوری کی مندرجہ تین صورتیں اور ہیں۔ کیا یہ صحیح ہیں؟

(یاد رہے کہ ایک تولے میں 12 ماشے ہوتے ہیں اور ایک ماشہ میں 8 رتیاں ہوتی ہیں)

پہلی صورت

خالص سونا............................80 رتی

کھوٹ ملایا............................16 رتی

کھوٹ ملے سونے کا کل وزن ....96 رتی

کاریگر نے 96 رتی کھوٹ ملے سونے سے زیور تیار کر کے دکاندار کو دیا۔ دکاندار 86 رتی خالص سونا کاریگر کو دے گا جس میں سے 6 رتی خالص سونا مزدوری کا ہوگا اور 80 رتی خالص سونا زیور میں موجود ہوگا۔

دوسری صورت

ایک چوڑی کا وزن .... کچھ بھی ہو۔

مزدوری سونے میں ....4 رتی

مزدوری روپوں میں ....500 روپے

جواب: مزدوری کی یہ دونوں صورتیں درست ہیں۔

تیسری صورت

دکاندار نے کاریگر کو آرڈر دیا کہ 93 گرام کھوٹ ملے سونے کی 6 چوڑیاں بنا دے اور مزدوری 3 گرام سونا اور 600 روپے طے ہوئی۔ دکاندار نے 20 گرام سونا دیا۔ باقی کاریگر نے اپنے پاس سے لگایا۔ بعد میں حساب یوں ترتیب دیا گیا:

کھوٹ والی 6 عدد چوڑیاں ....93 گرام

بنوائی یعنی مزدوری کھوٹ ملے سونے میں ....3 گرام

کھوٹ ملے سونے کا کل وزن............................96 گرام

کھوٹ کا وزن...16 گرام

خالص سونا..80 گرام

کاریگر نے کام سے پہلے وصول پائے.......................20 گرام

دکاندار کے ذمے باقی خالص سونا..........................60 گرام

دکاندار کو چوڑیاں دیتے ہوئے کاریگر نے وصول پائے مثلاً...30 گرام

دکاندار کے ذمہ باقی..30 گرام

دو دن بعد وصول پائے..............................30 گرام +600 روپے

x

جواب: مذکورہ بالا صورت بیع کی ہے اجارے کی نہیں۔ دکاندار نے جو 20 گرام سونا پہلے دیا وہ پیشگی ادائیگی سمجھی جائے گی۔ البتہ زیور بنا کر دینے کے وقت دکاندار جب وصول کرے تو وہ بقایا قیمت اسی نشست میں ادا کرے کیونکہ جب دونوں طرف سونا ہو تو کسی ایک جانب سے بھی ادھار درست نہیں ہوتا۔

باب:12

سونے چاندی کے کاروبار میں مروج بعض جدید طریقے

پہلا طریقہ

آج کل فاریکس (Forex) اور کامیکس (Comex) کے نام سے کاروبار کرنے والی نئی کمپنیاں وجود میں آئی ہیں۔ اس کاروبار کے طریقہ کار کی جو تفصیلات سامنے آئی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کاروبار کی وہ تمام تر صورتیں جو عام طور سے اختیار کی جاتی ہیں ناجائز ہیں۔

کاروبار کا طریقہ کار

ایک شخص 10,000 ڈالر کمپنی میں جمع کرا کے اس سکیم کا رکن بن سکتا ہے کمپنی والے پھر اس کی رہنمائی کرتے ہیں کہ وہ کب اور کونسی کرنسی یا جنس خرید لے کہ جس کو بعد میں فروخت کر کے نفع کی امید کی جاسکتی ہے۔ ہر کرنسی یا شے کی خرید کی کم سے کم مقدار مقرر ہوتی ہے جس کو Lot یا کھیپ کہا جاتا ہے۔ مثلاً 62,500 برطانوی پاؤنڈ کی یا 1,25,000 جرمن مارک کی ایک لاٹ ہوتی ہے۔ اشیاء و اجناس میں کپاس، چینی اور گندم ہیں اور زر نقد میں سونا اور چاندی ہے۔ سونے کی ایک لاٹ و کھیپ 100 اونس اور چاندی کی ایک لاٹ 5000 اونس پر مشتمل ہوتی ہے۔

جب آپ کسی کرنسی یا مذکورہ اشیاء میں سے کسی ایک کی کوئی لاٹ خریدنا چاہیں اور

کمپنی کو اپنا آرڈر دیں تو کمپنی ان جمع شدہ 10000 ڈالر میں سے 2000 ڈالر بطور بیعانہ یا تحفظ کے مختص کر لیتی ہے اور آرڈر مرکزی دفتر کو پہنچا دیتی ہے جو آرڈر کی تکمیل کر کے لاٹ کی خرید کی اطلاع دیتا ہے۔

یہ خرید بھی دو طرح ہوتی ہے۔ ایک نقد جس کو (Cash Trading) یا (Spot) کہا جاتا ہے۔ اور دوسری جس کو غائب سودا (Future Trading) کہا جاتا ہے۔ نقد میں تو مبیع یعنی خریدی ہوئی شے پر فوری قبضہ مل سکتا ہے جبکہ Future میں یہ طے پاتا ہے کہ بائع ایک مقررہ مدت کے بعد طے شدہ مہینے میں فلاں تاریخ کو وہ لاٹ مہیا کرے گا۔ قیمت ابھی طے کر لی جاتی ہے۔

اس کاروبار میں کمپنی کا کردار

کردار کی وضاحت ایک کمپنی Empire Resources نے اس طرح کی ہے:

The objects for which the Company is established are as follows:

1. To install equipment, operate and provide facilities of communication through monitors and appratice link up to as a commission house between the clients and brokerage houses in the various finance trading centres of the world.

اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ کمپنی اپنے موکلین اور دنیا کے مختلف تجارتی مراکز میں موجود دلالوں کے درمیان کمیشن ایجنٹ کے طور پر کام کرتی ہے۔ ہر سودا جو کمپنی کراتی ہے اس پر وہ 50 یا 60 ڈالر کمیشن لیتی ہے خواہ سودے میں موکل کو نفع ہو یا نقصان ہو یا نہ نفع ہو نہ نقصان۔

پھر جو شے خریدی اگر خریداری کے دن ہی فروخت کر دی گئی تو کمپنی صرف اپنی کمیشن وصول کرے گی اور اگر فروخت میں کچھ دن لگ گئے تو کمپنی کمیشن کے علاوہ 5 یا 6

ڈالر یومیہ کے حساب سے سود وصول کرے گی۔ بعض صورتوں میں موکل کو سود ملتا ہے۔ ایمپائر ریسورسز (Empire Resources) کمپنی اس کی وضاحت یوں کرتی ہے۔

Interest/ Premium are paid or charged basing on the number of days for a position trade.

کاروبار کی اقسام

قسم اول: Spot/ Cash Trading

کمپنی کی اپنی وضاحت کے مطابق وہ اپنے موکلین اور دلالوں کے درمیان رابطہ کراتی ہے اور کمیشن پر سودے کرواتی ہے۔ اس صورت میں سودا کمپنی کے گاہک (موکل) اور تجارتی مرکز میں موجود دلال کے مابین ہوتا ہے، لیکن چونکہ موکل پوری رقم کی ادائیگی نہیں کرتا اس لیے کرنسی اور سونے چاندی کی خرید کی صورت میں سودا دو وجہ سے ناجائز ہے:

1۔ یہ دین (ادھار) کی دین (ادھار) کے عوض بیع ہے بائع اور خریدار دونوں کی جانب سے ادھار ہے کیونکہ نہ تو بائع نے خریدار کو خرید کردہ سونے چاندی پر قبضہ دیا اور نہ ہی خریدار نے قیمت کی ادائیگی کی۔ اور دین کی دین کے عوض بیع ناجائز ہے۔

باع فلوسا بمثلها او بدراهم او بدنانير فان نقد احدهما جاز وان تفرقا بلاقبض احدهما لم يجز۔ (درمختار)

لانه يكون افتراقاً عن دين بدين وهو غير صحيح۔ (رد المحتار: 192/4)

2۔ خرید پر جتنے دن گذریں گے خریدار یعنی موکل کو یومیہ کے حساب سے سود ادا کرنا پڑے گا۔

اور اگر اس کے برعکس ہم یہ فرض کرلیں کہ کمپنی خود لاٹ خرید لیتی ہو یا اس کے پاس موجود ہو تو پھر اس میں دو صورتیں ہیں:

i۔ کمپنی اپنے لیے خریدتی ہو اور پھر خود موکل کے ہاتھ فروخت کرتی ہو تو اس میں

مذکورہ دونوں خرابیاں بعینہ تو ہیں ہی تیسری خرابی یہ ہے کہ کمیشن بلا وجہ وصول کر رہی ہے۔

ii۔ کمپنی موکل کے لیے خریدتی ہو اور اپنے پاس سے مکمل ادائیگی کر کے مبیع پر قبضہ کر لیتی ہو۔ اس صورت میں اگرچہ دین کی دین کے عوض بیع تو نہیں بنتی، لیکن سود سے بچاؤ تو اس میں بھی نہیں ہے۔

قسم ثانی: غائب سودا: Future Trading

[غائب سودا یہ ہے کہ بیع تو ہو گئی مگر قبضے کے لیے کوئی آئندہ تاریخ مقرر ہو جاتی ہے، اصولی طور پر اس کو (Forward sale) بھی کہتے ہیں اور (Future sale) بھی کہتے ہیں۔ مگر آج کل عملی طور پر ان دونوں میں فرق کیا جاتا ہے۔ غائب سودے میں اگر جانبین کا مقصد مقررہ تاریخ پر لینا دینا ہی ہو یعنی گاہک کا مقصد جنس وصول کرنا اور بائع کا مقصد قیمت لینا ہو تو اس کو (Forward sale) کہتے ہیں اور اگر جانبین کا مقصد (جنس اور قیمت کا) لینا دینا نہ ہو بلکہ جنس کو محض معاملے کی بنیاد کی حیثیت سے اختیار کیا گیا ہو اور غرض یہ ہو کہ مقرر وقت آنے سے پہلے جنس کو فروخت کر دیا جائے اس کو (Future sale) کہتے ہیں۔ عربی میں اس کو مستقبلیات کہتے ہیں۔] (اسلام اور جدید معیشت وتجارت: 74، مولانا تقی عثمانی مدظلہ)

غائب سودے کی دونوں صورتوں میں سے کوئی بھی صورت ہو یہ اگرچہ بیع سلم کی صورت ہے لیکن اس میں بیع سلم کی بعض شرائط مفقود ہیں یعنی یہ کہ سودا طے پانے کی مجلس میں پورے راس المال کی ادائیگی نہیں ہوتی حالانکہ یہ حنفیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک شرط ہے اور مالکیہ کا قابل اعتماد قول یہ ہے کہ تین دن کے اندر ادائیگی کرنا شرط ہے۔ علاوہ ازیں بیع سلم میں یہ ضروری ہے کہ جب تک مسلم فیہ (خرید کردہ سامان) پر قبضہ نہ ہو جائے اس میں کسی قسم کا تصرف نہ کیا جائے، لیکن زیر بحث کاروبار میں اصل یہی ہے کہ مسلم فیہ پر قبضہ کیے بغیر مہیا کیے جانے کی تاریخ سے پیشتر ہی اس کو آگے فروخت کر دیا جاتا ہے۔

ولایجوز التصرف للمسلم الیه فی راس المال و لا لرب السلم فی المسلم فیه قبل قبضه بنحو بیع و شرکة۔ (درمختار)

یہ خرابیاں اس صورت میں ہیں جب خرید کردہ چیز کرنسی یا اجناس و اشیاء ہوں۔ اور اگر خرید کردہ چیز سونا یا چاندی ہو تو اس میں بیع سلم جائز ہی نہیں کیونکہ بیع سلم ثمن (Currency) میں نہیں ہوتی۔

Future contracts are firm commitments to make or accept delivery of a specified quantity and quality of a commodity during a specific month in the future at a price agreed upon at the time the commitment was made. The unique attraction of future contracts is that they offer an efficient and affordable way of participating in the commodities markets without all the complications associated with owning the physical material such as arranging for delivery. storage and insurance.

Less then three percent of all future contracts traded each year result in delivery of the underlying commodity. Instead traders generally offset their future positions before their contract mature realizing the profit or loss which is the difference between the initial purchase or sale price and the price of the offsetting transaction.

یہ ساری تفصیل تو اس صورت میں ہے جب مذکورہ کمپنیاں واقعی کاروبار کی صورت اختیار کرتی ہوں ورنہ ہمارا غالب گمان یہ ہے کہ یہ سب کچھ فرضی کاروائیاں ہیں اور

لوگوں سے رقمیں اینٹھنے کے طریقے نکالے گئے ہیں۔

دوسرا طریقہ: سونے کی آن لائن تجارت

یہ طریقہ بھی پہلے طریقے کی مانند ہے لیکن کچھ مختلف انداز سے ذکر ہوا ہے۔ وہ یہ ہے کہ کمپنیاں مختلف اشیاء مثلاً سونا، چاندی، کرنسی وغیرہ کی تجارت کرتی ہیں اور سرمایہ دار حضرات کے لیے بروکر کا کردار ادا کرتی ہیں۔ سونے کی تجارت کرنے والی ایک بروکر کمپنی سے طریقہ کار معلوم ہوا جو درج ذیل ہے۔ کمپنی گاہک سے کہتی ہے کہ

1۔ آج کے دن سونے کی موجودہ قیمت مثلاً 50,000 روپے فی تولہ ہے۔

2۔ آپ ہمارے پاس 3500 روپے فی تولہ کے حساب سے روپے جمع کروا کر مثلاً ایک تولہ سونے کی بکنگ کروائیں۔

3۔ آپ کے اور ہمارے درمیان دو ماہ کا معاہدہ ہوگا۔

4۔ اس دوران بازار کا اتار چڑھاؤ آپ کے سامنے ہوگا۔ بازار کی قیمتوں پر نظر رکھتے ہوئے آپ فیصلہ کریں گے کہ سونا بیچنا ہے یا انتظار کرنا ہے؟ اگر نفع ہو مثال کے طور پر بازار میں 500 روپے فی تولہ قیمت بڑھ گئی تو یہ 500 روپے فی تولہ آپ کے بکنگ کے لیے جمع کرائے ہوئے 3500 روپے میں شامل ہو جائے گا۔ اور آپ سونا بیچنے کی آواز دے کر 4000 روپے واپس وصول کر لیں گے۔ (نفع بعض اوقات ایک دن میں بھی ہو جاتا ہے اور بعض اوقات کئی دن میں ہوتا ہے)۔

5۔ دو ماہ بعد معاہدہ کی تکمیل پر تین صورتیں ہوں گی اور کوئی ایک صورت لازماً اختیار کرنی ہوگی۔ وہ تین صورتیں درج ذیل ہیں:

i۔ آپ سونا واپس بیچ دیں چاہے نقصان ہی کیوں نہ ہو۔ مثال کے طور پر معاہدہ کے آغاز پر سونے کی قیمت 50,000 روپے فی تولہ تھی دو ماہ بعد معاہدہ کے اختتام پر قیمت 49,500 روپے فی تولہ ہوگئی۔ اب یہ 500 روپے کا نقصان آپ کے بکنگ والے 3500 روپے سے تفریق ہو جائے گا۔ اور آپ سونا بیچنے کی آواز دے کر

3000 روپے وصول کرلیں گے۔

ii۔ دوسری صورت یہ ہوگی کہ آپ معاہدہ کی مزید دو ماہ کے لیے توسیع کروالیں۔ اس صورت میں کمپنی 100 روپے کمیشن لے گی (عام طور پر لوگ معاہدہ میں توسیع نہیں کرواتے)۔

iii۔ تیسری صورت یہ ہوگی کہ آپ بقایا قیمت ادا کر کے اپنا سونا اٹھا لیں۔ یعنی معاہدہ کے آغاز پر سونے کی قیمت 50000 روپے فی تولہ تھی اور آپ نے 3500 فی تولہ ادا کیے تھے۔ اب آپ بقایا رقم یعنی 46500 روپے ادا کر کے ایک تولہ سونا اٹھا لیں۔

6۔ دو ماہ کی مدت ختم ہونے سے پہلے بھی تاجر نفع ونقصان کی بنیاد پر سونا بیچنے کی آواز دے سکتا ہے۔ نفع یا نقصان اس کے اپنے ذمہ ہوگا۔

<u>جواب</u>: سونے کی آن لائن تجارت کا مذکورہ طریقہ درج ذیل شرعی خرابیوں پر مشتمل ہے اور نا جائز ہے:

1۔ سونے کی خرید وفروخت میں شرعاً یہ بات ضروری ہے کہ جس نشست میں سودا ہو رہا ہو اسی نشست میں یا تو پورے پیسے ادا کر دیے جائیں یا پورے سونے پر قبضہ حاصل کرلیا جائے ورنہ سودا نا جائز ہوگا۔ مذکورہ صورت میں موقع پر صرف 3500 روپے دیے جارہے ہیں، نہ تو پورے پیسے دیے جارہے ہیں اور نہ ہی پورے سونے پر قبضہ کیا جارہا ہے۔

2۔ چونکہ عام طور سے اس طرح کی تجارت میں خریدار کا مقصد چیز خرید کر استعمال کرنا یا اپنے قبضہ میں لینا نہیں ہوتا بلکہ مدت پوری ہونے پر اس کا فرق لینا ہوتا ہے۔ اس لیے یہ کاروبار ایک طرح کے سٹہ میں داخل ہوجاتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ سونے کی آن لائن تجارت کا مروجہ طریقہ جائز نہیں ہے۔

تیسرا طریقہ: ایک اور ملتی جلتی مروجہ صورت

کاروبار کی ایک شکل جو آج کل رائج ہے یہ ہے کہ مثلاً ایک مہینے کے ادھار پر سونے کی ایک مخصوص مقدار مثلاً 10 تولے کا سودا کرلیا جاتا ہے۔ خریدار سونے پر قبضہ نہیں کرتا۔ جب ادائیگی کی تاریخ آتی ہے تو سونے کے اس دن کے نرخ کو دیکھ لیا جاتا ہے خرید کے دن اور ادائیگی کے دن کے سونے کے نرخوں میں جو فرق (Difference) ہوتا ہے اس کی ادائیگی کردی جاتی ہے۔ مثلاً خرید کے دن سونے کا نرخ 50,000 روپے تولہ تھا اور ادائیگی کے دن 51,000 روپے تولہ ہوگیا تو خریدار بائع سے 1000 روپے وصول کر لے گا اور اگر نرخ گر کر 49000 روپے رہ گیا تو خریدار بائع کو 1000 روپے دے گا۔ نہ تو مشتری سونے پر قبضہ کرتا ہے اور نہ ہی بائع قیمت پر قبضہ کرتا ہے بس نرخ میں کمی بیشی سے جو فرق (Difference) آتا ہے اس کا لین دین کر لیتے ہیں۔

پہلے باب میں مذکور چوتھے ضابطے (یعنی ادھار کی ادھار کے عوض بیع) کی بنا پر کاروبار کی یہ شکل بالکل ناجائز اور حرام ہے۔

چوتھا طریقہ

زید سونے کی خرید و فروخت کا کام کرتا ہے اور اس میں صورت یہ ہوتی ہے کہ زید جس دکاندار سے سونا خریدتا ہے اس دکاندار کے پاس زید کی کچھ رقم جمع رہتی ہے۔ جب سونا خریدنا ہوتا ہے تو زید فون پر ریٹ طے کر کے اپنی اس رقم کے بدلے میں جو دکاندار کے پاس جمع رہتی ہے سونا خرید لیتا ہے۔ دکاندار زید کے خریدے ہوئے سونے کی مقدار اس کے کھاتے میں لکھ لیتا ہے۔ اسی طرح جب سونا بیچنا ہوتا ہے تو زید اس دکاندار سے فون پر ریٹ طے کر کے اسی دکاندار کو بیچ دیتا ہے۔ وہ زید کے بیچے ہوئے سونے کو زید کے حساب میں سے کاٹ لیتا ہے اور رقم اس کے کھاتے میں جمع کر دیتا ہے۔ لیکن یہ ضروری نہیں ہوتا کہ زید لازمی طور سے اسی دکاندار سے سونا خریدے بلکہ اگر اسے اس دکاندار سے مناسب ریٹ نہ ملے تو وہ دوسرے دکانداروں سے سودا خود

کرتا ہے اور اپنے بائع کو اس دکاندار کے حوالے کر دیتا ہے کہ اس سے قیمت وصول کر لے اور سونا اس کو دے دے۔ وہ دکاندار اس بائع کو ادائیگی کر کے زید کے حساب میں لکھ دیتا ہے۔ اسی طرح اگر زید کسی دوسرے دکاندار کو سونا فروخت کرتا ہے تو اس کا وکیل دکاندار گاہک کو زید کے سونے پر قبضہ دے دیتا ہے۔

زید کا جو سونا اور رقم دکاندار کے پاس ہوتی ہے وہ الگ سے نہیں رکھی رہتی بلکہ دکاندار اس کو اپنے لیے استعمال کرتا رہتا ہے اور جب زید سونے کی خرید وفروخت کرتا ہے تو وہ زید کی ضرورت کو فوری طور پر پورا کرتا ہے اور سونا اور رقم حوالے کر دیتا ہے۔

اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ زید کسی دکاندار کو اپنا وکیل نہیں بناتا بلکہ اپنی مارکیٹ میں جس کے پاس سستا سونا مل جائے تو اس سے ٹیلی فون پر سودا کر لیتا ہے۔ اسے ٹیلی فون پر ہی سودا کرنا ہوتا ہے کیونکہ اگر سودا طے نہ کرے تو ہوسکتا ہے کہ جاتے جاتے میں ریٹ تبدیل ہو جائے۔ نیز نقدی کی ایک بڑی مقدار لے کر چلنا خطرے سے خالی نہیں ہوتا اس لیے زید جب موقع دیکھتا ہے اس وقت کیش لے جاتا ہے۔

بعض لوگوں نے علماء سے پوچھ کر متبادل یہ صورت نکالی ہے کہ فون پر سودا نہیں کرتے بلکہ وعدہ کر لیتے ہیں اور بعد میں جا کر سودا اور لین دین کرتے ہیں۔

جواب:

1۔ زید کا ٹیلی فون پر ایسے دکاندار سے سودا کرنا جس کے پاس اس کی رقم یا سونا نہ ہو جائز نہیں ہے کیونکہ سودے کی نشست میں کسی ایک طرف سے بھی قبضہ نہیں ہوا اور یہ معاملہ ادھار بعوض ادھار کے ہوا جو ممنوع ہے۔

2۔ جس دکاندار کو زید نے اپنا وکیل بنا رکھا ہے اس کے پاس زید کا روپیہ یا سونا امانت کے طور پر بھی ہو تب بھی بطور امانت کے نہیں رہتا بلکہ قرض بن جاتا ہے کیونکہ وہ دکاندار زید کی رقم کو یا سونے کو پہلے ہی دن سے اپنے استعمال میں لے آتا ہے۔ زید اس دکاندار کو کہتا ہے کہ ''میں نے اپنا سونا جو تمہارے ذمے ہے تمہیں اتنی قیمت پر فروخت کیا'' تو یہ جائز ہے کیونکہ وہ سونا موجودہ حالت میں دکاندار کے ذمے میں ہے۔ اسی

طرح اگر اس دکاندار سے کہے کہ ''میری جو رقم تمہارے ذمہ ہے اس کے عوض میں تم سے اتنا سونا خریدتا ہوں'' تو یہ صورت جائز ہے کیونکہ ائمہ اربعہ کے ہاں جس شخص کے ذمے دین ہو مالک اس دین کو بیع یا ہدیہ کے ذریعے مدیون کی ملکیت میں دے سکتا ہے۔

الدین: کثمن مبیع و بدل قرض و مهر بعد دخول بالمرأة أو قبل الدخول بها و أجرة مقابل منفعة و أرش جناية و غرامة متلف و عوض خلع و مسلم فيه۔ و بيع الدين اما أن يكون لمن فى ذمته الدين أو لغير من عليه الدين و فى كل من الحالتين اما أن يباع الدين نقداً فى الحال أو نسيئة مؤجلاً۔

أولاً: بيع الدين للمدين: أجاز جمهور الفقهاء أئمة المذاهب الأربعة بيع الدين لمن عليه الدين أو هبته له۔ لأن المانع من صحة بيع الدين بالدين هو العجز عن التسليم، و لا حاجة الى التسليم ههنا، فما فى ذمة المدين مسلم له۔ و مثاله أن يبيع الدائن للمدين ديناً له فى ذمته بدين آخر من غير جنسه، فيسقط الدين المبيع، و يجب عوضه ، لأنه فى معنى الصلح و هو جائز۔ و يدل ما أخرجه الخمسة (أحمد و أصحاب السنن) عن عبد الله بن عمر رضى الله عنهما قال: أتيت النبى ﷺ فقلت انى أبيع الابل بالبقيع، فأبيع الدنانير و آخذ الدراهم، و أبيع بالدراهم و أخذ الدنايير؟ فقال: لا بأس أن تأخذ بسعر يومها، ما لم تفترقا و بينكما شئ۔ فهذا البيع بين الدنانير و الدراهم بيع للدين بعين ممن عليه الدين، لأن قوله: "أبيع بالدنانير" أى ديناً، لأنه لم يقبضهما، ثم يستبدل بها دراهم يقبضها۔

و قال الظاهرية: لا يجوز بيع الدين الى المدين لوجود الغرر فيه، قال ابن حزم: لأنه بيع مجهول، و ما لا يدرى عينه، و هذا هو

أکل مال بالباطل۔ (الفقه الاسلامی و ادلته، وهبه زحیلی)

3۔ اگر ٹیلی فون پر اتنی قیمت پر خریدنے کا وعدہ کیا اور بعد میں کسی وقت میں جا کر سودا کیا اور ایک طرفہ یا دوطرفہ قبضہ بھی ہو گیا تو اس سے بھی بیع درست ہوتی ہے لیکن اس کی اجازت اس وقت ہو سکتی ہے جب یا تو کبھی کبھی اس کی نوبت آئے اور اس کو وہ شخص کرے جو شرعی قیودات کی اہمیت جانتا ہو اور ان کی پابندی کرتا ہو۔ موجودہ حالات میں جب بہت سے لوگ اس تدبیر کو اختیار کریں گے تو ایک تو عام لوگوں سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ شرعی قیودات کی پابندی کریں گے اور ان کی اہمیت کو سمجھیں گے اور دوسرے دن میں کئی کئی بار سودے یا وعدے ہوتے ہیں۔ ابھی خریدنے کا وعدہ کیا اور کچھ دیر بعد ریٹ بڑھا ہوا دیکھ کر فروخت کا وعدہ کیا پھر کچھ دیر بعد دوبارہ سودا کر لیا غرض دن میں کئی مرتبہ کی بھی نوبت آ جاتی ہے تو یہ تو کھیل بن کر رہ جائے گا اور کچھ ہی دنوں میں وعدے کا تصور ذہنوں سے جاتا رہے گا۔

ڈیبٹ کارڈ یا کریڈٹ کارڈ کے ذریعے روپوں کی ادائیگی

یہ ادائیگی نقد نہیں ہوتی یعنی ایسے نہیں ہوتا کہ سودا کرنے کی نشست میں ہی بینک گاہک (خریدار) کے کارڈ کی بنیاد پر رقم اس کے اکاؤنٹ میں سے نکال کر دکاندار کے اکاؤنٹ میں منتقل کر دے بلکہ وہ منتقلی کچھ وقت کے بعد ہوتی ہے جب دکاندار بینک کے پاس اپنی پرچی لے کر جاتا ہے۔ یہاں روپوں کی ادائیگی ادھار ہونے کی وجہ سے ضروری ہے کہ جو شخص سونا یا چاندی روپوں میں خریدے اور روپوں کی ادائیگی کارڈ کے ذریعے سے کرے وہ سودے کی نشست میں سونے پر قبضہ کر لے۔ تاکہ دونوں طرف سے ادھار نہ ہو۔

باب:13

زیورات آرڈر پر بنوانا

1۔ایڈوانس (زر بیعانہ) دینا لینا

سوال: زرگر کے پاس ایک گاہک آ کر کہتا ہے کہ مجھے 6 تولے کا زیور بنا دو اور 10000 روپے نقد بطور بیعانہ کے لے لو۔ میں ایک ماہ بعد آؤں گا اور رقم دے کر زیور لے جاؤں گا لیکن سونے کا بھاؤ وہی لگے گا جو اس وقت یعنی آرڈر دیتے وقت ہے۔ کیا یہ صورت جائز ہے؟

جواب: **(والاستصناع) (باجل) ذکر علی سبیل الاستمھال لا الاستعجال فانہ لا یصیر سلما (سلم) فتعتبر فیہ شرائطہ (جری فیہ تعامل) (ام لا) وقالا الاول استصناع (وبدونہ) ای الاجل (فیمافیہ تعامل) الناس کخف وقمقمۃ وطست صح الاستصناع (بیعالاعدۃ)۔** (درمختار)

چونکہ زیورات کے آرڈر میں لوگوں کا تعامل جاری ہے اس لیے صاحبین کے نزدیک یہ استصناع ہے جس میں بیع سلم کی شرائط ضروری نہیں۔ لہذا یہ صورت جائز ہے۔

سوال: زیورات کے آرڈر کی صورت میں کچھ رقم بطور زر بیعانہ گاہک سے لی جاتی ہے اور سونے کا بھاؤ طے کر لیا جاتا ہے۔ گاہک جب مال لینے کے لیے آتا ہے تو اس کو طے شدہ بھاؤ سے سونے کی قیمت لگا کر مال دیا جاتا ہے اور باقی رقم لے لی جاتی ہے۔ ادائیگی کے وقت سونے کا بازاری نرخ اس طے شدہ بھاؤ سے اکثر کم یا زیادہ ہوتا ہے۔

جواب: پیشگی رقم اور بیعانہ دے کر زیورات کا آرڈر دینا جائز ہے البتہ یہ ضروری

ہے کہ آرڈر لیتے ہوئے زیور کی پوری قیمت طے کر لی جائے خواہ اجمالی کہ کل قیمت فروخت ذکر کر دی جائے یا تفصیلی کہ سونے کی قیمت، چھیجت اور مزدوری سب کو ذکر کر دیا جائے۔

2۔ دکاندار یا زرگر آرڈر دیے جانے پر کسی دوسرے کاریگر سے کم مزدوری پر آرڈر کا مال تیار کرائے

مثلاً زید کسی دکاندار یا کاریگر کو کہتا ہے کہ مجھے اس ڈیزائن والا اتنے وزن کا سونے کا زیور بنا دو۔ دکاندار وغیرہ زید کو بتاتے ہیں کہ چھیجت اور پالش کے علاوہ زیور کی بنوائی 2000 روپے ہوگی۔ زید اتنی بنوائی پر راضی ہو جاتا ہے۔ پھر دکاندار (یا زرگر) کسی دوسرے کاریگر سے صرف ایک ہزار میں بنواتے ہیں اور گاہک سے مزدوری کی مد میں 2000 روپے وصول کرتے ہیں۔ ایسا کرنا جائز ہے جبکہ بنانے والے کاریگر کو دکاندار یا زرگر نے اپنے پاس سے 1000 روپے مزدوری دی ہو۔

و لو دفع الی اسکاف ادیماً لیقطع له خفاً و یخرزه باربعة دراهم فدفعه الیٰ آخر بدرهمین ان اعطاه و اداه من عنده او عمل بعض الاعمال طابت له الزیادة و الا یتصدق بها۔ (هندیة:530/4)

(ترجمہ: زید نے موچی کو چمڑا دیا کہ اس کو کاٹ کر اور سی کر موزے بنا دے۔ اس کام کی اجرت چار درہم طے ہوئی۔ موچی نے وہ کام کسی اور موچی سے دو درہم میں کرا لیا تو پہلے موچی کو جو دو درہم بچے وہ اس کے لیے حلال ہیں بشرطیکہ اس نے دوسرے موچی کو دو درہم اپنے پاس سے دیے ہوں یا کچھ عمل اس نے خود بھی کیا ہو۔ اور اگر ان دونوں میں سے کوئی بات بھی نہ پائی جائے تو پہلے موچی کو دو زائد درہم صدقہ کرنے ہوں گے۔)

باب:14

سونا چاندی قرض لینا اورسونے چاندی کا زیور رہن رکھ کر قرض لینا

قرض دو طرح کا ہوتا ہے:

1۔ نقدی کا قرض مثلاً زید نے اپنی کسی ضرورت سے خالد سے ایک ہزار روپے یا کچھ سونا یا کچھ چاندی لی اور کہا کہ میں کچھ دنوں میں اس کے بقدر تمہیں واپس کر دوں گا۔ اردو اور عربی دونوں میں اس کو قرض کہا جاتا ہے اور اردو میں اس کو ادھار بھی کہتے ہیں۔

2۔ ادھار سودے کا قرض مثلاً زید نے بکر سے ایک چادر خریدی اور کہا کہ میں تمہیں اس کی قیمت جو 2 تولہ چاندی ہے اگلے مہینے کی پہلی تاریخ کو ادا کر دوں گا۔ عربی میں اس کو دین کہتے ہیں اور اردو میں اس کو ادھار سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

یہ دونوں صورتیں جائز ہیں۔

سوال: عام طور سے ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص سے کچھ مقدار میں سونا قرض لیتا ہے۔ معاملہ یہ ہوتا ہے کہ لینے والا اپنے وعدہ کے مطابق اتنی ہی مقدار میں سونا واپس کرے گا اس پر کوئی سود یا نفع نہیں دے گا مثلاً 10 تولہ خالص سونا لیا تو 10 تولہ خالص سونا واپس دیا جائے گا؟

جواب: سونے کا ایسا قرض لینا دینا جائز ہے۔

سوال: اکثر اوقات زیور کو رہن رکھ کر قرض لیا جاتا ہے۔ زیور کی قیمت لگائی جاتی ہے اور اس کے عوض رقم دے دی جاتی ہے۔ قرض خواہ کی طرف سے یہ شرط ہوتی ہے

کہ مقررہ مدت تک رقم واپس نہ کرنے کی صورت میں زیور فروخت شدہ تصور کیا جائے گا؟

جواب: زیورات کو رہن رکھ کر قرض لینا جائز ہے۔ لیکن قرضخواہ کی طرف سے مذکورہ شرط صحیح نہیں کیونکہ رہن رکھی ہوئی چیز شرعاً خود بخود فروخت متصور نہیں ہو سکتی۔ البتہ وہ قرضدار سے یہ وعدہ لے سکتا ہے کہ وقت پر قرض ادا نہ کر سکنے کی صورت میں قرضدار وہ زیور اس کے (قرض خواہ کے) ہاتھ قرض کی مساوی قیمت پر فروخت کر دے گا۔

سوال: دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ زیور کی قیمت نہیں لگائی جاتی بلکہ علی الحساب (یعنی وزن کا اندازہ کر کے) بطور قرض رقم دے دی جاتی ہے۔ میعاد گذرنے پر اگر قرض دار رقم ادا نہ کر سکے تو زیور کو فروخت کر کے رقم لے لی جاتی ہے۔ اگر زیور کی قیمت زیادہ ہو تو قرض دار کو زائد رقم دے دی جاتی ہے؟

جواب: اگر قرض دار یوں کہہ دے کہ اگر میں وقت پر ادائیگی نہ کر سکوں تو زیور کو کسی اور شخص کے ہاتھ فروخت کر کے اپنا قرض وصول کر لینا تو یہ صورت بھی جائز ہے۔

باب:15

سونے چاندی کے زیورات کی خرید وفروخت میں یا صنعت میں خیانت

سوال: بعض دکاندار زرگر سے 18 یا 20 کیرٹ کا زیور بنواتے ہیں لیکن زرگر کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ اس پر 22 کیرٹ کی مہر لگائے۔ کیا یہ مطالبہ کرنا اور زرگر کا مطلوبہ مہر لگانا جائز ہے؟

جواب: یہ صریح دھوکہ ہے جس کا مطالبہ نہ تو دکاندار کو کرنا جائز ہے اور نہ ہی زرگر کے لیے اس کو پورا کرنا جائز ہے۔ زرگر اور دکاندار دونوں پر لازم ہے کہ جتنے کیرٹ کا زیور ہے اس کے بارے میں صحیح بات گاہک کو بتا دیں۔ کیونکہ ایک تو گاہک کو اس کی زکوٰۃ دینی ہوگی جو وہ بلا وجہ 22 کیرٹ کی قیمت کے حساب سے دے گا۔ دوسرے بعد میں کبھی گاہک اپنے زیور کو فروخت کرے گا تو اسے کم قیمت ملے گی۔ علاوہ ازیں دھوکہ دینا مسلمان کی شان سے بعید ہے۔ کسی کافر کو بھی دھوکہ دینا جائز نہیں ہے چہ جائیکہ مسلمان کو دھوکہ دیا جائے۔

مسئلہ: کبھی کاریگر کو 21 کیرٹ کا زیور تیار کرنے کا آرڈر ملتا ہے۔ اس کو 24 کیرٹ یعنی خالص سونے میں اتنا کھوٹ ملانا ہوتا ہے کہ کاڈمیم کا ٹانکہ ملا کر 21 کیرٹ کا زیور بنے۔ لیکن بعض کاریگر صرف کھوٹ ملا کر 21 کیرٹ کا بنا لیتے ہیں پھر اس کے بعد کاڈمیم کا ٹانکہ الگ سے لگاتے ہیں جس سے زیور 21 کیرٹ کا نہیں رہتا بلکہ کم ہو جاتا ہے اس سے آرڈر دینے والے گاہک کو نقصان ہوتا ہے۔

مسئلہ: کندن کے نام سے جو زیورات بنائے جاتے ہیں وہ خولدار ہوتے ہیں یعنی وہ اندر سے کھوکھلے ہوتے ہیں۔ ان میں سونا بہت کم ہوتا ہے مضبوطی کے لیے بھی اور بغیر کسی وجہ کے بھی ان میں بہت سا ٹانکا لگایا جاتا ہے اور زیور کو بھاری بھر کم کرنے کے لیے خول کے اندر لاکھ اور سرمہ کا مرکب بھرا جاتا ہے۔ پھر نگوں کی جگہ خالی چھوڑ کر کاریگر وہ خول دکاندار کے پاس لے جا کر اس کو دکھاتا ہے۔ دکاندار اس کا وزن اپنے پاس لکھ لیتا ہے۔ دکاندار بعد میں کاریگر سے اسی وزن کے مطابق حساب کتاب کرتا ہے اور گاہک کو بھی وہی وزن بتا کر فروخت کرتا ہے۔ کاریگر اس خول پر مزید کام کے لیے اس کو واپس لاتا ہے۔

بعض کاریگر اس کے بعد سونے کو اوپر سے مزید چھیلتے ہیں۔ یہ کام خیانت کا اور دھوکے کا ہے اس سے اجتناب ضروری ہے۔

ایسے زیورات تیار کرنے اور ان کو فروخت کرنے اور ان کو استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن ان کو فروخت کرنے میں غلط بیانی سے کام نہ لیا جائے اور نہ ہی یہ کہا جائے کہ ہمیں معلوم نہیں کہ اس میں کتنا سونا ہے بلکہ ان کو بنانے میں جتنا سونا واقعی استعمال ہوا ہے گاہک کو صرف اتنا ہی بتایا جائے زائد نہ بتایا جائے ورنہ جھوٹ اور فریب ہوگا جو کہ حدیث کی رو سے منافقوں کا کام ہے مسلمانوں کا کام نہیں۔ علاوہ ازیں اس میں گاہک کا اس اعتبار سے بھی نقصان ہے کہ اس کو زائد مقدار کے حساب سے زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی۔ غلط بیانی سے کام لیتے ہوئے یا گاہک کو لاعلمی میں رکھتے ہوئے یہ کہنا کہ تم ہمارے پاس واپس لاؤ گے تو اتنے میں واپس لے لیں گے، کافی نہیں کیونکہ گاہک کو اسی دکاندار کے پاس آنے کا کیوں پابند کیا جائے۔ مسلمان کی شان تو یہ ہے کہ معاملہ اس طرح کھرا کرے کہ ہر جگہ کھرا نظر آئے۔

گولڈ لیبارٹری

جو شخص اپنے سونے میں سے یا اپنے زیور میں سے خالص سونا نکلوانا چاہے تو اس

کام کے لیے اب گولڈ لیبارٹریاں موجود ہیں۔ وہ یہ کام اجرت پر کرتی ہیں جو مثلاً 100 روپیہ فی ٹیسٹ مقرر ہے۔ اس کام میں 100 روپے نفع کم سمجھا جاتا ہے اور لیبارٹری والے جب نتیجہ کا پرنٹ نکالتے ہیں تو اس میں ایک رتی فی تولہ کم دکھاتے ہیں یعنی خالص سونا ایک تولہ (جس میں 96 رتی ہوتی ہیں) ہوتو لیبارٹری والا 95 رتی دکھاتا ہے اور ایک رتی اپنے پاس رکھ لیتے ہیں اور اس کو بھی اپنی اجرت کا حصہ خیال کرتے ہیں۔ حالانکہ لیب والے کو کھوٹ بھی ملتا ہے جو خود کچھ نہ کچھ قیمت رکھتا ہے۔ بعض لوگ تو نتیجہ اور بھی کم دکھاتے ہیں۔ اوپر جو ذکر ہوا اس میں لیب والے سونے میں جو واقعی کھوٹ ہو اس پر ایک رتی بڑھا کر بتاتے ہیں اور کچھ لوگ 2 رتی یا اس سے زیادہ بتاتے ہیں حالانکہ وہ خالص سونا ہوتا ہے۔ یہ بات دیانتداری کے خلاف ہے۔

جو لیب والے دیانتداری سے کام کرنا چاہیں وہ یہ کر سکتے ہیں کہ اپنی اجرت بڑھا دیں مثلاً ایک سو کے بجائے 200 یا 300 روپے کر دیں لیکن نتیجہ درست دیں۔ جب مارکیٹ والوں کو تجربہ ہوگا کہ فلاں لیب اگرچہ اجرت زیادہ لیتا ہے لیکن کام خالص کرتا ہے تو وہ اس طرف رجوع کریں گے۔

نگینوں میں خیانت

بعض دکاندار اپنے پاس سے کاریگر کو نگینے لگانے کے لیے دیتے ہیں اور بعض کاریگر پر چھوڑ دیتے ہیں کہ وہ خود مہیا کر کے لگائے۔ نگینے کوئی بھی مہیا کرے ان کا وزن لکھ لیا جاتا ہے۔ نگینے لگانے کی اجرت میں مقرر شرح سے چھیجت لی جاتی ہے۔ اگر مقرر شرح سے چھیجت زیادہ اتار لی ہو تو زائد دکاندار کو واپس کی جاتی ہے اور اگر کم اتری ہو تو دکاندار اپنے پاس سونا دے کر مقرر شرح کو پورا کرتا ہے۔

نگینوں میں اور ان کی جڑائی میں خیانت کے طریقے:

1۔ نگینوں کو جوڑنے کے لیے بلا ضرورت یا ضرورت سے زائد ایلفی، ایرل ڈائٹ وغیرہ لگانا۔ اس سے زیور کا وزن بڑھتا ہے۔

2۔ کام کے دوران اگر نگینے تبدیل کرنے پڑیں اور چھوٹے کے بجائے بڑے لگانے پڑیں تو چونکہ بڑے لگانے کے لیے سونے کی چھلائی زیادہ کرنی ہوتی ہے جو کاریگر اپنے پاس رکھ لیتا ہے اس لیے وہ اس تبدیلی کا تذکرہ دکاندار سے نہیں کرتا۔

3۔ دکاندار نے نگینے لاکر دیے ہوں اور کاریگر ان کو تبدیل کر کے کم قیمت والے لگادے۔

گنگا جمنی میں خیانت

گنگا جمنی اس زیور کو کہتے ہیں جس میں نیچے سونا ہو اور اس کے اوپر صرف چاندی کا یا چاندی اور پلاڈیم کا کام ہو۔ اس میں خیانت کی یہ صورت ہے کہ دکاندار گاہک کو زیور میں موجود سونے، چاندی اور پلاڈیم کا صحیح وزن نہ بتائے بلکہ زیادہ کر کے بتائے۔

باب:16

زیورات کا استعمال

عورتوں کے زیور پہننے کے چند مسائل

سوال: عورتوں کو سونے چاندی کے علاوہ دیگر دھاتوں اور چیزوں کے زیور پہننا جائز ہے یا ناجائز؟

جواب: لوہے، تانبے، رانگ اور پیتل کی انگوٹھی کا استعمال عورتوں کے لیے جائز نہیں ہے۔ انگوٹھی کے علاوہ ان چیزوں کے زیور اور دیگر دھاتوں اور چیزوں مثلاً ہڈی، شیشے وغیرہ کے ہر قسم کے زیورات کا استعمال جائز ہے۔

لوہے وغیرہ کی انگوٹھی پر چاندی کا ملمع کیا گیا ہو کہ لوہا بالکل نظر نہ آتا ہو تو ایسی انگوٹھی کا استعمال بھی جائز ہے۔

عورتوں کو ناک چھدوانا اور لونگ پہننا

مسئلہ: عورتوں کو ناک چھدوانے اور اس میں لونگ یعنی ناک کی کیل کے استعمال میں اختلاف ہے۔ استعمال کی گنجائش ہے اگرچہ احتیاط بہتر ہے۔ کان چھدوانے اور ان میں بندے بالیاں پہننا بالکل جائز ہے۔

عورتوں کو بجنے والا زیور پہننا جائز نہیں

عن بنانة مولاة عبد الرحمن بن حیان الانصاری کانت عند عائشة اذ دخلت علیها بجاریة و علیها جلاجل یصوتن

فقالت لا تدخلنها علی الا ان تقطعن جلاجلها سمعت رسول اللہ ﷺ یقول لا تدخل الملائکۃ بیتا فیہ جرس۔ (مشکوٰۃ)

(ترجمہ: بنانہ سے روایت ہے کہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک لڑکی لائی گئی جو بجنے والے گھنگھرو پہنے ہوئے تھی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اس کو میرے پاس نہ لاؤ الا یہ کہ اس کے گھنگھرو کاٹ دیے جائیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ (رحمت کے) فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں جرس و گھنٹی [یعنی بجنے والا زیور ہو])

عن ابن الزبیر ان مولاۃ لھم ذھبت بابنۃ الزبیر الی عمر بن الخطاب و فی رجلھا اجراس فقطعھا عمر و قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول مع کل جرس شیطان۔ (مشکوٰۃ)

(ترجمہ: ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کی آزاد کردہ باندی زبیر کی بیٹی کو لے کر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس گئی بچی کے پاؤں میں گھنگھرو تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو کاٹ دیا اور کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ گھنگھرو کی ہر گھنٹی کے ساتھ شیطان ہوتا ہے)۔

مردوں کو سونے چاندی کی انگوٹھی پہننا

عن ابی موسی الاشعری ان النبی ﷺ قال احل الذھب و الحریر للاناث من امتی و حرم علی ذکورھا۔ (مشکوٰۃ)

(ترجمہ: حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کی عورتوں کے لیے سونا اور ریشم حلال کیا گیا اور میری امت کے مردوں پر حرام کیا گیا)۔

اس ضابطے سے ایک استثناء یہ ہے کہ جس کپڑے کے حاشیہ پر سونے یا چاندی کا کام چار انگشت یا اس سے کم ہو وہ مردوں کے لیے جائز ہے۔ چار انگشت سے زائد ہو تو

مردوں کے لیے جائز نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم: مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ)

عن عبد اللہ بن عباس ان رسول اللہ ﷺ رای خاتما من ذھب فی ید رجل فنزعہ فطرحہ فقال یعمد احد کم الی جمرۃ من نار فیجعلھا فی یدہ فقیل للرجل بعد ما ذھب رسول اللہ ﷺ خذ خاتمک انتفع بہ قال لا واللہ لا آخذ ابدا وقد طرحہ رسول اللہ ﷺ۔ (مشکوٰۃ)

(ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی تو اس کو کھینچ کر اتار کر پھینک دیا اور فرمایا کہ تم میں سے ایک آگ کے انگارے کا قصد کرتا ہے اور اس کو اپنے ہاتھ میں ڈال لیتا ہے رسول اللہ ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد اس شخص سے کہا گیا کہ اپنی انگوٹھی اٹھالو اور اس سے (کسی اور کام میں لا کر مثلاً عورت کو پہنا کر) نفع اٹھاؤ تو اس شخص نے کہا نہیں اللہ کی قسم میں اس کو کبھی نہیں اٹھاؤں گا جبکہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو پھینکا ہے)

مسئلہ: مردوں کے لیے چاندی کے علاوہ کسی اور چیز کی انگوٹھی کا استعمال جائز نہیں ہے۔ اس انگوٹھی (کا حلقہ) بھی 4 ماشہ 4 رتی سے کم ہو۔

عن بریدۃ ؓ ان رجلا قال یا رسول اللہ من ای شیء اتخذہ قال من ورق ولا تتمہ مثقالاً۔ (ترمذی)

(ترجمہ: حضرت بریدہ ؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے پوچھا اے اللہ کے رسول! میں انگوٹھی کس چیز کی پہنوں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا چاندی کی۔ لیکن اس چاندی (کے حلقے) کا وزن ساڑھے چار ماشے سے کم ہو)۔

مسئلہ: مردوں کے لیے چاندی کی انگوٹھی صرف اس وقت جائز ہے جب وہ مردانہ وضع (Design) میں بنی ہو۔ اگر زنانہ وضع میں بنی ہو تو مردوں کے لیے اس کا استعمال ناجائز اور مکروہ ہے۔

مسئلہ: بہتر یہ ہے کہ وہ مرد جن کو مہر کی ضرورت نہ ہو وہ چاندی کی انگوٹھی بھی

استعمال نہ کریں۔ پہلے دور میں مہر انگوٹھی پر بنی ہوتی تھی۔ خود رسول اللہ ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی کا استعمال اس وقت کیا جب کسریٰ، قیصر اور نجاشی کو دعوتی خطوط لکھنے کا ارادہ کیا تو بتایا گیا کہ یہ بادشاہ بغیر مہر کے خط قبول نہیں کرتے تو رسول اللہ ﷺ نے چاندی کے حلقے والی انگوٹھی بنوائی۔ اس پر "**محمد رسول اللہ**" کے الفاظ نقش تھے۔

عن انس رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ اراد ان یکتب الی کسری و قیصر و النجاشی فقیل انهم لا یقبلون الا بخاتم فصاغ رسول اللہ ﷺ خاتما حلقه فضة نقش فیه "محمد رسول اللہ"۔

مسئلہ: انگوٹھی میں اصل اعتبار حلقے (چھلے) کا ہے کیونکہ انگوٹھی اصل اسی سے ہوتی ہے نگ کا اعتبار نہیں نہ وزن میں اور نہ دھات میں— نگ پتھر کا بھی ہوسکتا ہے اور نگ کے سوراخ میں سونے کی کیل بھی ٹھونکی جاسکتی ہے تاکہ وہ نگ کو پکڑی رہے۔

حل مسمار الذهب فی حجر الفص۔ (ردالمحتار)

مسئلہ: سونے کا نگ بنا کر لگانا جائز نہیں ہے۔

و لو کان الخاتم فضة و فیه سن من ذهب او فص حرم بالاتفاق۔ (اعلاء السنن: 311/17)

سونے کے کیل اور سونے کے نگ کے حکم میں فرق کی وجہ یہ بھی ہے کہ کیل نگ کے تابع ہے اور نگ اگر سونے کا ہو تو تبعیت نہ ہوگی لہذا جائز نہیں۔

مسئلہ: لوہے، تانبے، پیتل اور رانگ کی انگوٹھی مردوں کے لیے بھی ناجائز ہے اور عورتوں کے لیے بھی ناجائز ہے۔

عن بریدة رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ قال لرجل علیه خاتم من شبه ما لی اجد منک ریح الاصنام فطرحه ثم جاء و علیه خاتم من حدید فقال مالی اری علیک حلیة اهل النار فطرحه۔۔۔ (مشکوٰة)

(ترجمہ: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص جو تانبے کی انگوٹھی پہنے ہوئے تھا اس سے نبی ﷺ نے فرمایا کیا بات ہے کہ میں تم سے بتوں کی

بو پاتا ہوں پھر آپ ﷺ نے وہ انگوٹھی اتروا کر پھینک دی پھر وہ شخص لوہے کی انگوٹھی پہن کر آیا تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ کیا بات ہے کہ میں تم پر جہنمیوں کا زیور دیکھ رہا ہوں اور آپ ﷺ نے اس کی وہ انگوٹھی بھی اتروا کر پھینک دی)۔

ردالمحتار میں ہے:

و التختم بالحدید و الصفر و النحاس و الرصاص مکروہ للرجال و النساء۔

(ترجمہ: لوہے، تانبے، پیتل اور رانگ کی انگوٹھی پہننا مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے مکروہ تحریمی ہے)۔

سوال: سونے کی مردانہ انگوٹھی کی چھلائی جڑائی کرنا، کرانا اور بنانا، بنوانا جائز ہے یا ناجائز ہے؟

جواب: یہ جائز نہیں ہے کیونکہ یہ مرد کے لیے سونے کی انگوٹھی کے استعمال کا سبب ہے حالانکہ مردوں کے لیے سونے کی انگوٹھی کا استعمال ناجائز اور حرام ہے۔ درمختار میں ہے:

امرہ انسان ان یتخذ لہ خفا علی زی المجوس او الفسقۃ او خیاطا امرہ ان یتخذ لہ ثوبا علی زی الفساق یکرہ لہ ان یفعل لانہ سبب التشبہ بالمجوس و الفسقۃ۔

(ترجمہ: زید نے بکر کو کہا کہ میرے لیے مجوسیوں اور فاسقوں کے ڈیزائن والے چمڑے کے موزے بنا دو یا زید نے خالد درزی سے کہا کہ میرے لیے فاسقوں کے فیشن والا جوڑا سی دو تو بکر کے لیے اور خالد کے لیے ایسا کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ مجوسیوں اور فاسقوں کے ساتھ مشابہت کا سبب ہے)۔

مردوں کے لیے سونے کے بٹن (button) کا استعمال

سونے کے بٹن دو طرح کے ہوتے ہیں:

1۔ جو کرتے سے الگ ہوتے ہیں۔ پھر یا تو علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں یا تین چار بٹن سونے کی ایک زنجیر کے ساتھ جڑے ہوتے ہیں لیکن کرتے سے علیحدہ ہوتے ہیں۔

2۔ ریشمی دھاگوں اور سونے کی تاروں سے گول سے گھنڈی بنائی جاتی ہیں اور وہ کرتے کے ساتھ جوڑ دی جاتی ہے جس کو اس طرح استعمال کرتے ہیں جیسے کہ آج کل عام بٹن استعمال کیے جاتے ہیں۔

پہلی قسم کے بٹن زیب و زینت کی نیت سے عورتیں تو استعمال کرسکتی ہیں لیکن مردوں کے لیے ان کا استعمال درست نہیں۔

دوسری قسم کے بٹن (گھنڈی) مرد بھی استعمال کر سکتے ہیں۔

مردوں کے لیے فرق کی وجوہات یہ ہیں:

1۔ اصل ضابطے کے اعتبار سے مردوں کے لیے ریشم اور سونے کا وہ کام جائز ہے جو کپڑے پر گوٹے ٹھپے کی طرح ہوتا کہ یہ کپڑے کے تابع شمار ہوں۔

و كذا المنسوج بذهب يحل اذا كان هذا المقدار اربع اصابع و الا لا يحل للرجال۔ (الدر المختار)

(ترجمہ: سونے سے جو کام ہوا ہو وہ مرد کے لیے جائز ہے جبکہ اس کی مقدار چار انگل ہو۔ اگر اس سے زیادہ ہو تو جائز نہیں)۔

لا بأس بمسمار الذهب يجعل فی حجر الفص ای فی ثقبه لانه تابع كالعلم فی الثوب فلا يعد لابساً له۔ (الهداية)

(ترجمہ: نگ کے سوراخ میں اگر سونے کی کیل جوڑی جائے تو اس کا استعمال جائز ہے کیونکہ وہ تابع ہے جیسے کپڑے کے کنارے پر سنہری گوٹا لگا ہو وہ کپڑے کا تابع شمار ہوتا ہے اور اس کو پہننا شمار نہیں کرتے)۔

لا يحل للرجال لبس الحرير.... الا ان القليل عفو و هو مقدار ثلاثة اصابع او اربعة كالاعلام و المكفوف بالحرير۔ (الهداية)

(ترجمہ: مرد کے لیے ریشم پہننا جائز نہیں البتہ ریشم کی قلیل مقدار جائز

ہے یعنی تین یا چار انگل کا گوٹا کناری)۔

2۔لا بأس بازرار الديباج والذهب۔

(ترجمہ: ریشم اور سونے کی گھنڈیوں کا استعمال جائز ہے)۔

ذهب کا **ديباج** پر عطف تقاضا کرتا ہے کہ وہ گھنڈیاں مراد ہوں جو ریشمی دھاگوں اور سنہری تاروں سے بنی ہوں۔

بعض علماء پہلی قسم کے بٹنوں کے استعمال کو مردوں کے لیے بھی جائز قرار دیتے ہیں۔ یہ حضرات اس کو ریشمی ازار بند پر قیاس کرتے ہیں کہ وہ کپڑے سے علیحدہ ہوتا ہے پھر بھی اس کا استعمال امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے۔اسی طرح اس بٹن کے کپڑے سے الگ ہونے کے باوجود اس کا استعمال جائز ہوگا۔

وتكره التكة منه اى من الديباج هو الصحيح وقيل لا بأس بها ذكره في القنية عن شرح الارشاد۔وفي التتارخانية ولا تكره تكة الحرير لانها لا تلبس وحدها وفي شرح الجامع الصغير لبعض المشائخ لا بأس بتكة الحرير للرجال عند ابي حنيفة وذكر الصدر الشهيد انه يكره عندهما۔(درمختار وردالمحتار:249/5)

(ترجمہ: مردوں کے لیے ریشمی ازار بند کا استعمال مکروہ ہے۔یہی قول صحیح ہے۔کہا گیا ہے کہ اس کے استعمال میں کچھ حرج نہیں۔ یہ بات قنیہ میں شرح الارشاد سے نقل ہوئی۔ اور تتارخانیہ میں ہے کہ ریشمی ازار بند کا استعمال مکروہ نہیں کیونکہ وہ اکیلا استعمال نہیں ہوتا۔ جامع صغیر کی جو بعض مشائخ نے شرح کی ہے اس میں ہے کہ مردوں کے لیے ریشمی ازار بند کا استعمال امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے اور صدر شہید نے ذکر کیا کہ وہ صاحبین کے نزدیک مکروہ ہے)۔

و ذكر في نوادر هشام عن محمد رحمه الله انه يكره تكة الديباج والابريسم لانه استعمال الحرير مقصوداً لا بطريق التبعية فيكره وان قل۔(بدائع:314/4)

(ترجمہ: نوادر ہشام میں امام محمد رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ (مردوں کے لیے) ریشمی ازار بند کا استعمال جائز نہیں کیونکہ یہ ریشم کا مقصودی استعمال ہے تبعی نہیں لہذا مکروہ ہے اگرچہ قلیل ہو)۔

امام صاحب اور صاحبین کے درمیان فرق کی وجوہ یہ ہوسکتی ہیں:

i۔ ازار بند کے تابع ہونے میں اختلاف ہو۔ امام صاحب رحمہ اللہ اس کو تابع سمجھتے تھے جبکہ صاحبین اس کو تابع نہ سمجھتے تھے۔

ii۔ یہ بھی ممکن ہے کہ دونوں کے زمانوں کا رواج مختلف ہو۔ امام صاحب رحمہ اللہ کے زمانے میں ازار بند کپڑے کے ساتھ جڑا ہوا ہوتا ہو کہ نکالنے اور ڈالنے کے کام سے بچاؤ ہو جبکہ صاحبین کے زمانے میں وہ علیحدہ ہوتا ہو۔

کپڑے کے تابع ہونے کا مطلب

یہ ہے کہ کپڑے کے ساتھ گوٹے ٹھپے کی طرح سلا ہوا ہو۔

جائز کہنے والوں کو جواب

سونے کے بٹن کو ریشمی ازار بند پر قیاس کرنا صحیح نہیں کیونکہ:

1۔ مردوں کے لیے ریشمی ازار بند کے استعمال کے مکروہ ہونے کو صحیح کہا گیا ہے۔

2۔ اِزار بند شلوار وغیرہ کے تابع ہے جس کی مندرجہ ذیل وجوہ ہیں۔

i۔ ازار بند چھپا رہتا ہے۔

ii۔ ازار بند کا استعمال لازمی ہے مثلاً شلوار کے ساتھ۔

iii۔ یہ کوئی نہیں کہتا کہ ازار بند پہنا ہے۔

غرض ازار بند کو تابع کہنا قابل فہم ہے جبکہ اس کے مقابلے میں بٹن ظاہر اور کھلے ہوتے ہیں، ان کا استعمال لازمی نہیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بٹن پہنے ہیں لہذا بٹن کا استعمال مقصودی ہے جبکہ ازار بند کا استعمال تبعی ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عام پلاسٹک کے بٹنوں کے اوپر کپڑے کی ایک پٹی لگا

کر اس پر سونے کے بٹنوں کی زنجیر لگانا بھی مردوں کے لے درست نہیں۔

فتاویٰ رشیدیہ اور کفایت المفتی میں پہلی قسم کے بٹنوں کو جائز کہا ہے لیکن چونکہ ان میں جواز اور حلت کی دلیل ذکر نہیں اس لیے ان سے اختلاف کیا جا سکتا ہے۔

حفاظت کی خاطر دکاندار کا اپنی انگلیوں میں انگوٹھیاں ڈالنا

سوال: گاہکوں کو مختلف زیور دکھائے جاتے ہیں چوری سے حفاظت کے پیش نظر دکاندار اور ان کے ملازم مثلاً اپنی انگلیوں میں سونے کی انگوٹھیاں پہن لیتے ہیں۔ مذکورہ غرض کے لیے اس طرح کا پہننا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اس طرح کے استعمال سے بھی بچنا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے مہر کی خاطر انگوٹھی بنوائی تھی زینت کے لیے نہیں۔ پہلے سونے کی بنوائی لیکن پھر اس کو ترک کر کے چاندی کی بنوائی اور اس کو استعمال فرماتے تھے۔ تو ضرورت کے لیے بھی آپ ﷺ نے سونے کی انگوٹھی استعمال نہیں کی۔ سوال میں بھی ایک ضرورت کا تذکرہ ہے لیکن یہ ضرورت اور طریقوں سے پوری کی جا سکتی ہے مثلاً لوہے کی تار لے کر اس کے کناروں کو کچھ موڑ کر کنڈا سا بنا لیں۔ گاہک کو دکھا کر پھر جو چھوٹا موٹا زیور سمیٹنا ہو اس کو اس کنڈے میں ڈال لیں۔

قرآنی آیات اور اللہ کا نام لکھے ہوئے لاکٹ

سوال: سونے اور چاندی کے ایسے لاکٹ بھی بنتے ہیں جن پر قرآنی آیات اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا نام لکھا ہوا ہوتا ہے۔ ایسے لاکٹوں کا بنانا، بیچنا اور پہننا جائز ہے کہ نہیں؟ اور اگر جائز ہے تو ان کے بنانے کے لیے آگ پر تپانا پڑتا ہے اور تیزاب سے اجالنا پڑتا ہے۔ آیا قرآنی آیات اور اللہ کا نام لکھے ہوئے لاکٹوں کو آگ پر تپانا جائز ہے؟

جواب: ایسے لاکٹ بنانا اور ان کو آگ پر تپانا اور تیزاب سے چمکانا فی نفسہ ان سب کی گنجائش ہے لیکن لوگوں میں اب عام طور سے وہ ادب و احترام نہیں ہے جو ایسے

لاکٹوں کے استعمال میں ہونا چاہیے۔قرآنی آیات کے لاکٹ کو بے وضو استعمال کرنا جائز نہیں۔ نیز اس کو اور اللہ کے نام والے لاکٹ کو پہن کر بیت الخلاء میں جانا جائز نہیں ہے۔

باب: 17

مصنوعی زیورات (Artificial jewellery) کے احکام

مصنوعی زیورات بنانے کا طریقہ کار

i: مصنوعی زیورات بنیادی طور پر سکہ (Lead) سے تیار ہوتے ہیں۔ سکہ وہ دھات ہے جو گاڑی کی بیٹری سیلوں اور ٹرمینل میں استعمال ہوتا ہے۔

ii: سب سے پہلے سکہ سے زیورات کا بنیادی ڈھانچہ تیار کیا جاتا ہے۔

iii: بعد میں اس پر خالص چاندی کا کوٹ یعنی باریک تہہ چڑھائی جاتی ہے۔

iv: اس کے بعد اس پر کیمیکل پالش کی جاتی ہے جو سنہری اور دیگر رنگوں کی ہوتی ہے۔ اس سے زیور سونے کے مشابہ ہو جاتا ہے۔ لیکن حقیقت میں اس میں سونا بالکل نہیں ہوتا۔ پھر اس پر موتی یا نگینے وغیرہ لگائے جاتے ہیں۔

ان زیورات میں کوکا، انگوٹھی، ہار، کانٹے، بندیہ، چوڑی وغیرہ شامل ہیں۔

1۔ سوال: کیا یہ کاروبار جائز ہے یا نہیں؟ یا کسی حد تک جائز ہے؟

جواب: یہ کاروبار جائز ہے۔

2۔ سوال: مندرجہ ذیل میں سے کون سے زیورات کا استعمال جائز ہے؟

چوڑیاں، کڑے انگوٹھی، پنج انگلا، بازو بند، کانٹے، کوکا، بندیا، نکا، بالی، تاج، چھلا، گلو بند۔

جواب: ان سب زیورات کو پہننا جائز ہے۔

3۔سوال: معلوم ہوا ہے کہ پیتل، تانبا، لوہا اور رانگ وغیرہ کے زیورات کا پہننا اور کاروبار کرنا جائز نہیں ہے۔ اب معلوم یہ کرنا ہے کہ اگر ان دھاتوں کے زیورات پر سونے یا چاندی کی تہہ چڑھا دی جائے تو بھی یہ ناجائز ہے یا کہ کوئی گنجائش ہے؟ اگر جائز ہے تو دوسرا سوال یہ ہے کہ اگر ان دھاتوں پر سونا یا چاندی کے علاوہ کوئی دوسرا کیمیکل اس طرح چڑھا دیا جائے کہ یہ سونا چاندی کے مشابہ ہو جائے تو اس کی کیا صورت ہے؟

جواب: یہ کہنا کہ پیتل، تانبے، لوہے اور رانگ وغیرہ کے زیورات پہننا اور ان کا کاروبار کرنا جائز نہیں غلط بات ہے ان زیورات کو پہننا بھی جائز ہے خواہ ان پر سونے چاندی کا ملمع چڑھایا گیا ہو یا نہیں اور ان کا کاروبار بھی جائز ہے۔ البتہ صرف انگوٹھی ایسی چیز ہے جو یا تو سونے چاندی کی ہو یا اگر کسی اور دھات کی ہو تو اس پر سونے یا چاندی کا ملمع کیا گیا ہو اور نیچے کی دھات کہیں سے نظر نہ آتی ہو ورنہ اس کا استعمال عورت کے لیے بھی جائز نہیں۔

تنبیہ 1

اوپر مصنوعی زیورات بنانے کا جو طریقہ لکھا ہے کہ سکہ کا زیور بنا کر اس پر خالص چاندی کی باریک تہہ چڑھائی جاتی ہے۔ اس سے چاندی کا ملمع ہو جاتا ہے اور زیور انگوٹھی ہو تو وہ اس عمل سے قابل استعمال ہو جاتی ہے اور اس پر مزید کیمیکل کی پالش کی جاتی ہے۔تو وہ سابقہ ملمع کی نفی نہیں کرتی اور انگوٹھی کا استعمال جائز رہتا ہے۔

تنبیہ 2

ہڈی، شیشے اور ہاتھی دانت کے اور سیپیوں کے انگوٹھی سمیت تمام زیورات عورتوں کو پہننا جائز ہے۔

باب:18

سونے چاندی کے برتنوں اور دیگر اشیاء کا استعمال

مسئلہ: سونے چاندی کے برتنوں اور دیگر اشیاء کا استعمال جو ناجائز ہے وہ مردوں، عورتوں اور بچوں سب کے لیے ناجائز ہے۔

مسئلہ: سونے چاندی کی مندرجہ ذیل اشیاء کا استعمال ناجائز ہے:

☆ سونے چاندی کے چمچہ سے کھانا۔

☆ سونے چاندی کے خوان (تپائی) پر رکھ کر کھانا کھانا۔

☆ سونے چاندی کی سلائی سے سرمہ لگانا اور سرمہ دانی استعمال کرنا۔

☆ سونے چاندی کے قلم سے لکھنا۔

☆ اگر نب محض سونے چاندی سے بنائی گئی ہو یا ملاوٹ ہو لیکن سونا چاندی غالب ہو تو اس سے لکھنا بھی ناجائز ہے اسی طرح سونے چاندی کی دوات استعمال کرنا بھی ناجائز ہے۔

☆ اگر دوات کا صرف ڈھکنا سونے یا چاندی کا ہو تو وہ بھی جائز نہیں ہے۔

☆ سونے چاندی کے آئینہ میں دیکھنا۔

☆ اگر آئینہ شیشے کا ہو اور اس کا حلقہ سونے چاندی کا ہو تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس کو پکڑے بغیر اس میں دیکھنا جائز ہے اور ہاتھ میں پکڑ کر استعمال کرنا ناجائز ہے۔ حاصل یہ ہے کہ ہر حال میں پرہیز کرنا بہتر ہے۔

☆ سونے چاندی کی کرسی پر بیٹھنا۔

☆ سونے چاندی کے اگردان میں خوشبودار چیز جلا کر دھونی لینا۔

☆ سونے چاندی کے لوٹے یا کسی اور برتن سے وضو کرنا یا ہاتھ منہ دھونا۔

☆ سونے چاندی کی تیل کی کپی استعمال کرنا۔

☆ سونے چاندی کا تعویذ لٹکانا۔

☆ سونے چاندی کا دروازہ استعمال کرنا۔

☆ سونے چاندی کا خلال استعمال کرنا۔ (فتاویٰ محمودیہ، جلد 16)

مسئلہ: جس برتن میں سونے چاندی کی پچ کاری ہوئی ہو اس میں کھانے پینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے بشرطیکہ اپنا منہ سونے چاندی پر نہ رکھے۔ اسی طرح اگر کسی کرسی یا تخت پر سونے چاندی کا حلقہ لگایا گیا ہو تو اس پر بیٹھ سکتا ہے بشرطیکہ نشست سونے چاندی پر نہ ہو۔

مسئلہ: سونے چاندی کے برتن میں ہاتھ ڈال کر چیز نکالی جائے مثلاً برتن ایسا ہو کہ اس میں ہاتھ ڈال کر تیل نکالا جائے اور سر و جسم پر ہاتھ سے تیل لگایا جائے تو ایسے استعمال میں مضائقہ نہیں ہے۔

مسئلہ: برتن یا قلم یا گھڑی کسی اور دھات کی ہو اس پر صرف سونے یا چاندی کا پانی چڑھایا گیا ہو تو اس کا استعمال جائز ہے لیکن اجتناب بہتر ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ، جلد 21)

مسئلہ: گھڑی میں ایک دو پرزے چاندی یا سونے کے ہوں اور باقی دوسرے دھات کے ہوں تو کچھ حرج نہیں ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ، جلد: 1)

مسئلہ: اگر گھڑی کے کیس میں سونا چاندی ڈالا گیا ہو لیکن مغلوب ہو تو اس کا استعمال بھی جائز ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم، مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ)

مسئلہ: سونے چاندی کی کیلوں اور میخوں میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ مثلاً دروازہ میں لگی ہونے کی صورت میں ان پر ہاتھ نہ لگے۔

مسئلہ: سونے چاندی کی ایسی چیزیں جو محض سجاوٹ کے لیے ہوتی ہیں استعمال کے لیے نہیں ہوتیں ان کو رکھنا جائز ہے۔

مسئلہ: لڑائی میں مردوں کو سونے چاندی کے خود یا بازو بند پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

نوٹ: جن مسائل کے حوالے مذکور نہیں وہ فتاویٰ عالمگیری، کتاب الکراہیۃ سے

ماخوذ ہیں۔

باب:19

سونے چاندی کے اعضاء کی پیوند کاری

1۔ عن عبد الرحمن ابن طرفة ان جده عرفجة بن اسعد قطع انفه یوم الکلاب فاخذ انفا من ورق فانتن علیه فامره النبی ﷺ ان یتخذ انفا من ذهب۔ (مشکوٰۃ)

(ترجمہ: عبد الرحمن بن طرفہ کہتے ہیں کہ ان کے دادا عرفجہ بن اسعد رضی اللہ کی جنگ کلاب میں ناک کٹ گئی تھی تو انہوں نے چاندی کی ناک بنوائی۔ لیکن جب وہ بدبو دینے لگی تو نبی ﷺ نے ان کو سونے کی ناک استعمال کرنے کا کہا)

2۔ کسی شخص کی انگلیوں کی پوریں کاٹ دی گئی ہوں تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ سونے چاندی کی پوریں بنوا کر لگائے۔ البتہ ہاتھ یا پوری انگلی کاٹ دی گئی ہو تو سونے چاندی کا ہاتھ یا پوری انگلی بنوا کر نہیں لگا سکتا ہاں کسی اور دھات کا بنوا کر لگا سکتے ہیں۔ (عالمگیری، کتاب الکراہیہ)

3۔ دانت ہلتا ہو تو اس کو سونے چاندی کے تار سے باندھنا یا اس پر سونے چاندی کا خول چڑھانا جائز ہے۔ (عالمگیری، کتاب الکراہیہ)

4۔ اگر کسی اور چیز کے دانت خراب ہو جاتے ہوں تو سونے چاندی کے دانت بنوانا جائز ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم، مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ)

باب:20

مہر، دیت اور چوری کی حد کا نصاب

چاندی کے اوزان

1 درہم	= 3.1 ماشہ	= 3.05 گرام	
10 درہم	= 2.65 تولہ	= 30.50 گرام	
1 اوقیہ (40 درہم)	= 10.50 تولہ	= 122.22 گرام	
200 درہم	= 52.50 تولہ	= 611.10 گرام	
12.50 اوقیہ (500 درہم)	1 3 1 . 2 5 = تولہ	= 1528.75 گرام	=1.529 کلوگرام
4000 درہم	= 1050 تولہ	= 12232 گرام	=12.232 کلوگرام
10,000 درہم	= 2625 تولہ	= 30580 گرام	=30.580 کلوگرام

سونے کے اوزان

1 دینار	=375. تولہ	=4.365 گرام	
20 دینار	= 7.5 تولہ	= 87.30 گرام	
1000 دینار	= 375 تولہ	= 4365 گرام	= 4.365 کلوگرام

نبی ﷺ کی ازواج مطہرات اور بیٹیوں کا مہر اور مہر فاطمہ رضی اللہ عنہا

عن ابی سلمة قال سالت عائشة کم کان صداق النبی ﷺ

قالت کان صداقه لازواجه ثنتی عشرة اوقیة و نش قالت أتدری ماالنش قلت لا قالت نصف اوقیة فتلک خمسمائة درهم(رواه مسلم)

(ترجمہ: ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ نبی ﷺ نے کتنا مہر مقرر کیا تھا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ آپ ﷺ نے اپنی ازواج کا مہر بارہ اوقیہ اور نش اوقیہ مقرر کیا پھر پوچھا تم جانتے ہو کہ نش کیا ہوتا ہے؟ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا میں نہیں جانتا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا (اس سے مراد) نصف اوقیہ ہے (تو یہ 500 درہم ہوئے)

عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال الا لا تغالوا صدقة النساء فانها لو کانت مکرمة فی الدنیا و تقوی عند الله لکان اولا کم بها النبی ﷺ ما علمت رسول الله ﷺ نکح شیئامن نسائه ولا انکح شیئامن بناته علی اکثر من اثنتی عشرة اوقیة۔ (مشکوٰة)

(ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عورتوں کے مہر بہت زیادہ مقرر نہ کرو کیونکہ یہ اگر دنیا میں قابل تعریف اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک تقوی کی بات ہوتی تو اللہ کے نبی ﷺ تم سے زیادہ اس کے حقدار تھے میں نہیں جانتا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی کسی زوجہ سے بارہ اوقیہ چاندی سے زائد پر نکاح کیا ہو اور اسی طرح اپنی کسی بیٹی کا اس سے زائد پر نکاح کیا ہو)

عن ام حبیبة انها کانت تحت عبدالله بن جحش فمات بارض الحبشة فزوجها النجاشی النبی ﷺ و امهرها عنه اربعة الاف وفی روایة اربعة الاف درهم و بعث بها الی النبی ﷺ مع شرحبیل بن حسنة۔ (مشکوٰة)

(ترجمہ: حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں جب عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کا حبشہ میں انتقال ہوا تو نجاشی

نے ان کا نکاح نبی ﷺ سے کیا اور ان کو 4000 درہم مہر دیا اور ان کو شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کی طرف بھیجا)۔

مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوا:

1۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج کا مہر ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی مقرر کیا جو کہ 500 درہم (چاندی کے سکے) کے برابر ہیں۔

2۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح چونکہ نجاشی نے حبشہ میں پڑھایا تھا اور خود نجاشی ہی نے مہر مقرر کر کے ادا کیا تھا جو 4000 درہم تھا۔ نبی ﷺ نے نہ تو خود اتنا مہر مقرر فرمایا اور نہ ہی آپ ﷺ نے اس کی ادائیگی کی۔

3۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور دیگر بیٹیوں کا مہر بھی ساڑھے بارہ اوقیہ یعنی 500 درہم تھا۔

ایک درہم 2 ماشہ 1.2 رتی کے برابر ہوتا ہے لہذا 500 درہم چاندی 131 تولہ 3 ماشہ کے برابر ہے۔

بعض روایات میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مہر کا 400 مثقال ہونا مذکور ہے۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں کہ محدث سید جمال الدین نے روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مہر 400 مثقال ہے۔ اور مواہب (اور تاریخ خمیس) میں ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا **ان اللہ عز و جل امرنی ان ازوجک فاطمۃ علی اربعمائۃ مثقال فضۃ** (اللہ عز و جل نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہ کا نکاح تمہارے ساتھ 400 مثقال چاندی پر کروں)۔ (مرقات: 246/6)

چونکہ ایک مثقال 4.5 ماشہ کے برابر ہوتا ہے لہذا 400 مثقال چاندی کا وزن 150 تولہ بنتا ہے۔

غرض مہر فاطمی کے بارے میں دو روایتیں ہوئیں: (i) 131 تولہ 3 ماشہ چاندی۔ (ii) 150 تولہ چاندی۔ دونوں میں سے جس پر عمل کیا جائے صحیح ہے۔ 150

تولہ والے قول کو اس اعتبار سے ترجیح حاصل ہے کہ اس میں دوسرا قول بھی شامل ہے۔ جبکہ 131 تولہ 3 ماشہ والے قول کو اس اعتبار سے ترجیح دی جاسکتی ہے کہ مہر کم ہونے کو پسند کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کی بیٹیوں کا مہر ازواج مطہرات کے مساوی بتایا ہے جو 131 تولہ 3 ماشہ کے برابر ہے۔ لہذا اس میں احتیاط ہے۔

مہر کی کم از کم مقدار

مہر کی کم سے کم مقدار 10 درہم (2 تولہ 7.5 ماشہ) چاندی ہے۔

قاسم بن محمد قال سمعت جابرا رضی اللہ عنہ یقول قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول و لا مھر اقل من عشرۃ۔ (اعلاء السنن: 81/11)

(ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ 10 درہم سے کم مہر نہیں ہوتا)۔

اخرج الدار قطنی بطریق داؤد الاودی عن الشعبی قال قال علی لا یکون مھر اقل من عشرۃ دراھم۔ (اعلاء السنن: 81/11)

(ترجمہ: شعبی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا مہر 10 درہم سے کم نہیں ہوتا)۔

مسئلہ: 2 تولہ 7.5 ماشہ چاندی یا اس کی مالیت سے کم مہر مقرر نہیں کیا جاسکتا۔

چوری کا نصاب

چوری کی کم سے کم مالیت جس پر ہاتھ کاٹا جاتا ہے دس درہم (دو تولہ ساڑھے سات ماشہ) چاندی ہے۔

عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ (یعنی عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ) قال قال رسول اللہ ﷺ لا یقطع ید السارق دون ثمن

المجن قال عبد اللہ کان ثمن المجن عشرۃ دراھم۔ (اعلاء السنن: 288/11)

(ترجمہ: عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ڈھال کی قیمت سے کم پر چور کا ہاتھ نہ کاٹا جائے۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ڈھال کی قیمت 10 درہم تھی)۔

عن سعید بن المسیب قال مضت السنۃ من رسول اللہ ﷺ ان لا تقطع الید الا فی عشرۃ دراھم۔ (اعلاء السنن: 290/11)

(ترجمہ: حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے سے یہ طریقہ جاری ہے کہ دس درہم سے کم چوری پر ہاتھ نہیں کاٹا جاتا)۔

عن القاسم بن عبد الرحمن قال اتی عمر بن الخطاب برجل سرق ثوبا فقال لعثمان قومه فقومه ثمانیۃ دراھم فلم یقطعه۔ (اعلاء السنن: 690/11)

(ترجمہ: قاسم بن عبد الرحمن کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص کو لایا گیا جس نے کپڑا چرایا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کپڑے کی قیمت بتایئے انہوں نے اس کی آٹھ درہم بتائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس چور کا ہاتھ نہیں کاٹا)۔

قتل خطا میں مقتول کی دیت کی سونے چاندی میں مقدار

قتل خطا میں مقتول کی دیت 10,000 درہم یعنی 30.580 کلوگرام چاندی یا 1000 دینار یعنی 4.365 کلوگرام سونا ہے۔

عن عبیدۃ السلمانی ان عمر بن الخطاب قال علی اهل الورق من الدیۃ عشرۃ الاف درهم و علی اهل الذهب الف دینار و علی اهل البقر مائتا بقرۃ و علی اهل الابل مائۃ من الابل و علی اهل الغنم الفا

شاۃ وعلی اھل الحلل مائتا حلۃ۔ (اعلاء السنن: 149/18)

(ترجمہ: عبیدہ سلمانی رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا چاندی والوں پر دیت 10,000 درہم ہے اور سونے والوں پر دیت 1000 دینار ہے اور گائے والوں پر 200 گائیں ہیں اور اونٹ والوں پر 100 اونٹ ہیں اور بکری والوں پر 2000 بکریاں ہیں اور کپڑے والوں پر 200 جوڑے کپڑے کے ہیں)۔

باب: 21

سونے چاندی اور ان کے زیور پر زکوٰۃ

پہننے کے زیور پر زکوٰۃ

عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان امراۃ اتت النبی ﷺ و معھا ابنۃ لھا و فی ید ابنتھا مسکتان غلیظان من ذھب فقال لھا اتعطین زکاۃ ھذا قالت لا قال أیسرلک ان یسورلک اللہ بھا یوم القیامۃ سوارین من نار قال فخلعتھما و القتھما و قالت ھما للہ و لرسولہ۔ (اعلاء السنن: 51/9)

(ترجمہ: ایک عورت نبی ﷺ کے پاس آئی اس کے ساتھ اس کی بیٹی بھی تھی جس کے ہاتھ میں سونے کے موٹے موٹے کڑے تھے۔ آپ ﷺ نے اس سے پوچھا کیا تم اس کی زکوٰۃ دیتی ہو۔ عورت نے جواب دیا کہ نہیں آپ ﷺ نے فرمایا کیا تمہیں یہ بات پسند ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمہیں آگ کے کنگن پہنائیں اس پر عورت نے وہ اتار کر ڈال دیے اور کہا کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہیں۔)

عن علقمۃ عن عبد اللہ رضی اللہ عنہ ان امراۃ اتت النبی ﷺ فقالت ان لی حلیا و ان زوجی خفیف ذات الید و ان لی بنی اخ أفیجزئ عنی ان اجعل زکاۃ الحلی فیھم قال نعم۔ (اعلاء السنن: 52/9)

(ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت نبی ﷺ کے پاس آئی اور کہا کہ میرے پاس کچھ زیور ہے اور میرا شوہر تنگ دست

ہے۔ میرے کچھ بھتیجے ہیں کیا میرے لیے یہ بات کافی ہوگی کہ میں زیور کی زکوٰۃ ان کو (یعنی بھتیجوں کو) دے دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں)

عن ام سلمة رضی الله عنها قالت کنت البس اوضاحا من ذهب فقلت یا رسول الله أکنز هو فقال ما بلغ ان تودی زکاة فزکی فلیس بکنز۔ (اعلاء السنن)

(ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں سونے کے پازیب پہنتی تھی تو میں نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! کیا یہ (وہ) کنز ہے (جس کے بارے میں قران پاک میں وعید آئی ہے)۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو مال زکوٰۃ کے وجوب کی مقدار کو پہنچ جائے اور اس کی زکوٰۃ نکال دی جائے وہ کنز نہیں ہے)۔

عن عبد الله بن شداد بن الهاد انه قال دخلنا علی عائشة رضی الله عنها زوج النبی ﷺ فقالت دخل علی رسول الله ﷺ فرای فی یدی فتخات من ورق فقال ماهذا یا عائشة فقلت صنعتهن اتزین لک یا رسول الله قال أتودین زکاتهن قلت لا او ماشاء الله قال هو حسبک من النار۔ (اعلاء السنن: 52/9)

(ترجمہ: عبد اللہ بن شداد کہتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے تو انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ میرے پاس آئے اور میرے ہاتھ میں چاندی کی بغیر نگ کی انگوٹھیاں دیکھیں تو پوچھا اے عائشہ! یہ کیا ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ اے اللہ کے رسول! یہ میں نے اس لیے بنوائے ہیں کہ آپ کی خاطر زینت کروں آپ ﷺ نے پوچھا کیا تم ان کی زکوٰۃ دیتی ہو؟ میں نے جواب دیا کہ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جہنم کی آگ میں سے پھر یہی تمہارے لیے کافی ہیں)۔

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال فی الحلی الزکاة۔ (اعلاء السنن: 53/9)

(ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ زیور میں زکوٰۃ فرض ہے)۔

عن عبد اللہ بن عمرو ؓ انه كان يامر نسائه ان يزكين حليهن۔ (اعلاء السنن: 53/9)

(ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو ؓ سے روایت ہے کہ وہ اپنی عورتوں کو حکم دیتے تھے کہ وہ اپنے زیورات کی زکوٰۃ ادا کریں)۔

چاندی کا نصاب

عن علی قال قال رسول اللہ ﷺ هاتوا صدقة الرقة من كل اربعين درهما درهم و ليس في تسعين و مائة شيئ فاذا بلغت مائتين ففيها خمسة دراهم۔ (ترمذی)

(ترجمہ: حضرت علی ؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا چاندی کی زکوٰۃ (اس حساب سے) ادا کرو کہ ہر چالیس درہم میں سے ایک درہم۔ اور ایک سو نوے (اور مزید نو) درہم میں زکوٰۃ نہیں البتہ جب وہ دو سو ہو جائیں تو ان میں (زکوٰۃ کے) پانچ درہم ہوں گے)۔

ابوداؤد میں اس حدیث کے زائد الفاظ یہ ہیں:

فما زاد فعلى حساب ذلک اور جو درہم دو سو سے زائد ہوں ان میں اسی (چالیسویں حصہ کے) حساب سے زکوٰۃ ہوگی۔

سونے کا نصاب

عن علی عن النبی ﷺ قال۔۔۔ و ليس عليک شيئ يعنی فی الذهب حتی يكون لک عشرون ديناراً فاذا كانت لک عشرون ديناراً و حال عليها الحول ففيها نصف دينار فما زاد فبحساب ذلک۔ (ابو داؤد)

(ترجمہ: حضرت علی ؓ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا تم پر سونے میں کچھ زکوٰۃ نہیں یہاں تک کہ اس کی مقدار بیس دینار ہو جائے۔ پھر جب

تمہارے پاس بیس دینار ہو جائیں اور ان پر پورا سال گذر جائے تو ان میں (زکوۃ) نصف دینار ہوگی (جو کہ بیس دینار کا چالیسواں حصہ ہے) اور جو سونا زائد ہوتو اس میں سے اسی حساب سے (یعنی چالیسواں حصہ) واجب ہے)۔

مسئلہ: جس کے پاس ساڑھے باون تولہ (611.10 گرام) یا زائد چاندی ہو یا ساڑھے سات تولے (87.30 گرام) یا زائد سونا ہو یا ان کا زیور ہو اور وہ ایک سال تک باقی رہے تو سال گذرنے پر اس کی زکوۃ دینا واجب ہے۔ اور اگر اس سے کم ہوتو اس پر زکوۃ واجب نہیں۔

مسئلہ: سونے چاندی کے زیور پر زکوۃ واجب ہے خواہ عورت اس کو پہنتی ہو یا بند رکھتی ہو اور کبھی نہ پہنتی ہو۔

مسئلہ: کسی کے پاس آٹھ تولے سونے کا زیور تھا لیکن سال گذرنے سے پہلے وہ جاتا رہا پورا سال نہیں گذرنے پایا تو زکوۃ واجب نہیں۔

سوال: سال کے دوران مختلف اوقات میں مختلف زیور خریدے گئے۔ ان پر زکوۃ کب فرض ہوگی؟

جواب: پہلے یہ بات سمجھئے کہ زکوۃ کے مختلف نصاب ہیں:

☆ کسی کے پاس فقط سونا ہو نہ چاندی ہو نہ روپے ہوں اور نہ مال تجارت ہو تو نصاب ساڑھے سات تولہ سونا ہے۔

☆ کسی کے پاس فقط چاندی ہو تو نصاب ساڑھے باون تولے چاندی ہے۔

☆ کسی کے پاس (1) کچھ سونا اور کچھ چاندی ہو یا (2) کچھ سونا اور نقدی ہو یا (3) کچھ چاندی اور نقدی ہو یا (4) کچھ سونا اور کچھ چاندی اور کچھ نقدی ہو یا (5) کچھ سونا اور کچھ مال تجارت ہو یا (6) کچھ چاندی اور کچھ مال تجارت ہو یا (7) کچھ سونا، کچھ چاندی اور کچھ مال تجارت ہو یا (8) کچھ نقدی اور کچھ مال تجارت ہو یا (9) کچھ سونا، کچھ چاندی، کچھ نقدی اور کچھ مال تجارت ہو تو ان سب صورتوں میں زکوۃ کا نصاب مجموعہ کی قیمت کا ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہونا ہے۔

مسئلہ: کسی کے پاس ڈیڑھ تولہ سونا اور 4 تولے چاندی ہو تو آج کل اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی کیونکہ اتنے سونے اور چاندی کی کل مالیت ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت سے زیادہ ہے۔

مسئلہ: کسی کے پاس 3 تولہ سونا اور کچھ مثلاً 5 پانچ روپے ہوں تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی کیونکہ روپے اور سونا ملا کر ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت سے زیادہ مالیت بنتی ہے۔

جس کسی شخص کو پہلے پہل مذکورہ بالا نصابوں میں سے کوئی نصاب حاصل ہو جائے تو جس روز حاصل ہو جائے اس دن وہ صاحب نصاب ہوگیا اور اس دن کی چاند کی تاریخ کو وہ یاد رکھے۔ ایک سال بعد جب یہی تاریخ آئے تو اگر اتنا نصاب یا اس سے زیادہ موجود ہو تو کل مال کی زکوٰۃ کی ادائیگی فرض ہوگی خواہ کل مال میں بعض زیور یا نقدی ایسی ہو جو مثلاً ایک دن پہلے ہی حاصل ہوئی ہو۔ اور اگر نصاب باقی نہ رہے خواہ مال اس سے کم ہو جائے یا کل مال ہلاک ہو جائے تو زکوٰۃ ذمہ سے جاتی رہے گی۔

مسئلہ: کسی کے پاس 100 تولہ چاندی تھی۔ پھر سال گذرنے سے پہلے دو چار تولہ سونا آ گیا یا نو دس تولہ سونا مل گیا تو اس سونے کا حساب الگ نہ کیا جائے گا بلکہ اس چاندی کے ساتھ ملا کر زکوٰۃ کا حساب ہوگا۔ لہذا جب اس چاندی کا سال پورا ہو جائے تو سب مال کی زکوٰۃ واجب ہوگی۔

مسئلہ: کسی کے پاس 100 تولہ چاندی تھی پھر سال پورا ہونے سے پہلے چاندی کے 50 تولے اور مل گئے تو ان 50 تولوں کا حساب الگ نہ کریں گے بلکہ پہلے کے 100 تولے کے ساتھ ملا دیں گے اور جب ان 100 تولوں کا سال پورا ہوگا تو پورے 150 تولے کی زکوٰۃ واجب ہوگی اور ایسا سمجھیں گے کہ پورے 150 تولہ پر سال گذر گیا۔

سوال: زیورات کی خرید کی قیمت پر زکوٰۃ ہے یا کہ موجودہ قیمت پر؟

جواب: چاند کی جس تاریخ میں سال پورا ہوا اس میں سونے چاندی کا جو نرخ ہو

گا وہ لگایا جائے گا۔

مسئلہ: جب سونا یا سونے کا زیور خریدا اس وقت اس کی قیمت 50,000 روپے تولہ تھی۔ جب زکوٰۃ کی ادائیگی کا وقت آیا اس وقت سونے کا بھاؤ 52,000 روپے تولہ ہو گیا تو زکوٰۃ 52,000 روپے تولہ کے حساب سے ادا کی جائے گی۔

سوال: جو زیورات صرف پہننے کے لیے ہیں زکوٰۃ کا حساب کرنے کے لیے ان کی قیمت میں موتیوں اور نگینوں کی قیمت اور بنوائی کی اجرت بھی لگائی جائے گی یا کہ صرف سونے کی قیمت لگائیں گے؟

جواب: پہننے کے زیور میں صرف سونے کی قیمت پر زکوٰۃ ہے موتیوں اور نگینوں کی قیمت اور زیور بنوانے کی اجرت نہیں لگائی جائے گی۔ اور جو زیور دکان میں بیچنے کے لیے ہو اس میں پوری قیمتِ فروخت پر زکوٰۃ دینی ہوگی۔

سوال: زیور میں سونے کے علاوہ ملاوٹ بھی ہوتی ہے کیا اس کی زکوٰۃ بھی فرض ہے؟

جواب: ملاوٹ کرنے سے جتنے کیرٹ کا وہ سونا بنا اس کی قیمت سے زکوٰۃ کا حساب لگایا جائے گا۔ مثلاً اگر زیور 20 کیرٹ سونے کا بنا ہوا ہے تو 20 کیرٹ سونے کا جو نرخ ہے اس کا اعتبار کیا جائے گا۔

سوال: امیٹیشن (Imitation) کے زیور پر زکوٰۃ فرض ہے یا نہیں؟ قیمتی ہیرے، جواہرات پر زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ سب جب اپنے استعمال کے لیے اور پہننے کے لیے ہوں تو ان پر زکوٰۃ نہیں ہے خواہ یہ کتنے ہی قیمتی ہوں۔

امیٹیشن (Imitation) کے زیورات اور ہیرے جواہرات جو فروخت کے لیے ہوں ان کی قیمت فروخت پر زکوٰۃ واجب ہے۔

سونے چاندی کی اور ان کے بنے ہوئے برتنوں اور زیورات کی زکوٰۃ کی ادائیگی کا ضابطہ

اپنے پاس سونے کی ڈلی یا اشرفی ہو یا اس کا بنا ہوا برتن یا زیور ہو تو اس کی زکوٰۃ کی ادائیگی کی تین ممکنہ صورتیں ہیں:

1۔ اس اصل ہی میں سے کل وزن کا چالیسواں حصہ توڑ کر زکوٰۃ میں دیا جائے۔ یہ طریقہ بالاتفاق جائز ہے خواہ وہ سونا کسی بھی کیرٹ کا ہو۔

2۔ اصل میں سے نہ توڑا جائے بلکہ کچھ اور سونا پاس ہے اس سے زکوٰۃ دی جائے:

i۔ ادا کیا جانے والا سونا وزن میں نصاب والے سونے کے چالیسویں حصے کے برابر ہو:

(الف) پھر اگر دونوں کی قیمت یکساں ہو مثلاً دونوں 21 کیرٹ کے ہوں اور قیمت بھی یکساں ہو تو یہ طریقہ بالاتفاق جائز ہے۔

(ب) اور اگر دونوں کی قیمت یکساں نہ ہو پھر اگر زکوٰۃ میں دیا ہوا سونا 22 کیرٹ کا ہو اور نصاب کا سونا 21 کیرٹ کا ہو لیکن نصاب کے سونے کا اور زکوٰۃ کے سونے کا وزن یکساں ہو تو یہ صورت بھی بالاتفاق جائز ہے کیونکہ 22 کیرٹ کے سونے کی قیمت 21 کیرٹ کے سونے کی قیمت سے جبکہ دونوں ہم وزن ہوں زیادہ ہوگی۔

(ج) اور اگر نصاب کا سونا 21 کیرٹ کا ہو لیکن زکوٰۃ میں دیا گیا سونا 20 کیرٹ کا ہو اور دونوں کا وزن یکساں ہو تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک زکوٰۃ ادا ہو جائے گی لیکن زکوٰۃ کے سونے کی قیمت کم ہونے کی وجہ سے کراہت ہوگی۔ امام زفر رحمہ اللہ کے نزدیک قیمت میں برابر نہ ہونے کی وجہ سے جائز نہ ہوگی۔ امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک فقراء کے لیے زیادہ فائدہ مند نہ ہونے کی وجہ سے جائز نہ ہوگی۔ فرق کے برابر زکوٰۃ میں دے گئے سونے میں اضافہ کر دیا جائے تو سب کے نزدیک جائز ہوگی۔

3۔ سونے کی زکوٰۃ چاندی یا روپوں میں یا گندم کی صورت میں دی جائے یعنی غیر جنس میں زکوٰۃ دی جائے۔ اس میں نصاب کے سونے کی قیمت کا چالیسواں حصہ دیا

جائے۔ یہ صورت بھی بالاتفاق جائز ہے۔

پھر چونکہ سونے چاندی کی قیمتیں گھٹتی بڑھتی رہتی ہیں اس لیے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ زکوٰۃ کے وجوب والے دن کی (یعنی جس دن سال پورا ہوا اس دن کی) قیمت کا اعتبار کرتے ہیں جبکہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ ادائیگی کے دن کی قیمت کا اعتبار کرتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول آسان ہے کہ سال کے گذرنے پر اپنے اثاثوں کا حساب لگا کر زکوٰۃ نکالتا رہے، روز روز کی قیمتوں کے ادل بدل سے کچھ فرق نہ ہوگا۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ کا قول عقل کے زیادہ موافق ہے لیکن دشوار ہے۔

بدائع میں ہے:

و جملة الكلام فيه: أن مال الزكوٰة لا يخلو اما أن يكون عينا و اما أن يكون ديناً و العين لا يخلو اما أن تكون مما لا يجرى فيه الربا كالحيوان و العروض و اما أن يكون مما يجرى فيه الربا كالمكيل و الموزون..... و ان كان مال الزكوٰة مما يجرى فيه الربا من الكيلى والوزنى فان ادى ربع عشر النصاب يجوز كيفما كان لانه ادى ما وجب عليه و ان ادى من غير النصاب فلا يخلو اما ان كان من جنس النصاب و اما ان كان من خلاف جنسه فان كان المؤدى من خلاف جنسه بأن أدى الذهب عن الفضة أو الحنطة عن الشعير يراعى قيمة الواجب بالاجماع حتى لو أدى انقص منها لا يسقط عنه كل الواجب بل يجب عليه التكميل لأن الجودة فى أموال الربا متقومة عند مقابلتها بخلاف الجنس۔

و ان كان المؤدى من جنس النصاب فقد اختلف فيه على ثلاثة أقوال:

قال أبو حنيفة و أبو يوسف رحمهما الله أن المعتبر هو القدر لا القيمة۔ وقال زفر رحمه الله المعتبر هو القيمة لا القدر وقال محمد رحمه الله المعتبر ما هو انفع للفقراء۔ (147.146، ج:2) ..... والصحيح اعتبار أبی حنيفة رحمه الله وأبی يوسف رحمه الله لأن الجودة فی الأموال الربوية لا قيمة لها عند مقابلتها بجنسها لقول النبی ﷺ "جيدها ورديئها سواء" الا أن محمداً يقول أن الجودة متقومة حقيقة و انما سقط اعتبار تقومها شرعاً لجريان الربا والربا اسم لمال يستحق بالبيع ولم يوجد والجواب: أن المسقط لاعتبار الجودة وهو النص مطلق فيقتضی سقوط تقومها مطلقاً الا فيما قيد بدليل۔ (147/2)

و جاز دفع القيمة فی زكاة... وتعتبر القيمة يوم الوجوب و قالا يوم الاداء (قوله جاز دفع القيمة) ...... ان هذا مقيد بغير المثلی فلا تعتبر القيمة فی نصاب كيلی اووزنی، فاذا ادی اربعة مكاييل او دراهم جيدة عن خمسة رديئة او زيوف لا يجوز عند علمائنا الثلاثة الا عن اربعة وعليه كيل او درهم آخر خلافاً لزفر۔

و هذا اذا ادی من جنسه و الا فالمعتبر هو القيمة اتفاقاً لتقوم الجودة فی المال الربوی عند المقابلة بخلاف جنسه ثم ان المعتبر عند محمد الانفع للفقير من القدر والقيمة وعندهما القدر۔ فاذا ادی خمسة اقفزة رديئة عن خمسة جيدة لم يجز عنده حتی يؤدی تمام قيمة الواجب و جاز عندهما و هذا اذا كان المال جيداً وادی من جنسه رديئاً۔ اما اذا ادی من خلاف جنسه فالقيمة معتبرة اتفاقاً و اذا ادی خمسة جيدة عن خمسة رديئة جاز اتفاقاً علی اختلاف التخريج۔ (الدر المختار و رد المحتار: 24/2)

سونے کی مذکورہ بالا تمام صورتیں چاندی میں بھی جاری ہوتی ہیں۔

سونے چاندی اور زیورات کا کاروبار کرنے والوں کے لیے زکوٰۃ کے مسائل

سوال: زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے عام طور پر زیورات کا کاروبار کرنے والے لوگ حسب ذیل طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ تمام قابل فروخت زیورات کی قیمت فروخت مقرر کی جاتی ہے۔ تمام جواہرات کی قیمت لگائی جاتی ہے اور دیگر اثاثوں کا حساب کیا جاتا ہے اور کل رقم کا ڈھائی فیصد (یعنی چالیسواں حصہ) زکوٰۃ کے طور پر نکالا جاتا ہے اس ضمن میں یہ معلوم کرنا ہے کہ نگینوں اور جواہرات پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟

جواب: جب نگینے اور جواہرات تجارت کے لیے ہیں خواہ علیحدہ سے فروخت کیے جائیں یا زیور میں لگا کر تو ان کی قیمت فروخت پر بھی زکوٰۃ واجب ہے۔

سوال: سونے کی زکوٰۃ سونے کی شکل میں ادا کرنا ضروری ہے یا نقد رقم کی صورت میں بھی دے سکتے ہیں؟

جواب: سونے کی زکوٰۃ میں سونا بھی دے سکتے ہیں اور اتنی مالیت کے روپے یا اور اشیاء بھی دے سکتے ہیں۔

سونے چاندی پر زکوٰۃ کے چند اہم مسائل

مسئلہ: سونے چاندی کے زیور اور برتن اور سچا گوٹہ، ٹھپہ سب پر زکوٰۃ واجب ہے چاہے عورت ان کو پہنتی ہو یا بند رکھے ہوں اور کبھی نہ پہنتی ہو جبکہ نصاب کی مقدار ہو۔

مسئلہ: پہننے کے کپڑوں میں اگر سچا کام ہے اور اتنا کام ہے کہ اگر چاندی چھڑائی جائے تو ساڑھے باون تولہ یا اس سے زیادہ نکلے گی تو اس چاندی پر زکوٰۃ واجب ہے اور اگر اتنی نہ ہو اور عورت کے پاس علیحدہ سے چاندی یا سونا نہ ہو تو زکوٰۃ واجب نہیں۔

مسئلہ: سونے چاندی کا زیور یا خود سونا چاندی جو رہن (گروی) رکھا ہوا ہے اور

مرتہن کے قبضے میں ہے تو اس پر زکوٰۃ نہ راہن (رہن دینے والے) پر ہے اور نہ مرتہن (گروی رکھنے والے) پر ہے۔ جب راہن اپنے رہن کو چھڑائے تو گروی کے زمانے کے گذرے ہوئے سالوں کی زکوٰۃ اس کے ذمے نہیں ہوگی۔

مسئلہ: اگر بعض زیور میں لاکھ بھری ہوئی ہو یا نگ جڑے ہوئے ہوں تو سنار سے اس کا صحیح اندازہ کرا کے سونے چاندی کی زکوٰۃ دی جائے تو یہ درست ہے مگر اندازہ کرنے والوں سے کہہ دیا جائے کہ جہاں تک ہو سکے احتیاط کو مدنظر رکھیں اور جس قدر زیادہ سے زیادہ سونا چاندی اس میں معلوم ہو اس کو حساب میں لیا جائے بلکہ اندازہ کے بعد بھی زکوٰۃ دینے والا کچھ زیادہ ادا کرلے۔

مسئلہ: اگر کسی چیز میں کھوٹ زیادہ ہو اور سونا چاندی تھوڑی ہو تو اگر سونا یا چاندی پگھلا کر کھوٹ سے الگ ہو سکتی ہو اور وہ الگ کر کے نصاب کی مقدار کو پہنچ جائے یا نصاب سے کم ہو لیکن مالک کے پاس اس کے علاوہ اس قدر سونا یا چاندی یا نقدی یا سامان تجارت ہے کہ اس کو ملا کر نصاب پورا ہو جائے تو ان صورتوں میں زکوٰۃ واجب ہوگی۔

قرض پر زکوٰۃ

قرض کی تین قسمیں ہیں: قوی، متوسط، ضعیف

قوی قرض

یہ ہے کہ سونا یا چاندی (یا نقد روپیہ) کسی کو قرض دیا یا کچھ سامان تجارت بیچا اور اس کی قیمت سونے چاندی یا روپیہ کی شکل میں خریدار کے ذمے قرض ہو اور ایک سال کے بعد یا دو تین سالوں کے بعد وصول ہوا تو اگر اتنی مقدار ہو جتنی پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تو ان سب سالوں کی زکوٰۃ دینا واجب ہے۔ اور اگر یکشمت وصول نہ ہو تو جب اس میں سے ساڑھے دس تولہ چاندی یا اس کی قیمت کے برابر وصول ہو تو تب اتنے کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے اور اگر ساڑھے دس تولہ چاندی یا اس کی قیمت بھی متفرق ہو کر ملے تو

جب یہ مقدار پوری ہو جائے اتنی مقدار کی زکوٰۃ ادا کر دے اور جب دے تو سب سالوں کی دے۔ اور اگر قرضہ اس سے کم ہوتو زکوٰۃ واجب نہ ہوگی البتہ اگر اس کے پاس کچھ اور مال بھی ہواور دونوں کو ملا کر مقدار پوری ہو جائے تو زکوٰۃ واجب ہوگی۔

متوسط قرض

یہ ہے کہ نہ تو نقد قرض دیا اور نہ مال تجارت فروخت کیا بلکہ ایسا سامان فروخت کیا جو تجارت کے لیے نہ تھا مثلاً پہننے کے کپڑے فروخت کیے اور خریدار کے ذمے اتنی رقم باقی ہے جتنی میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے خواہ وہ سونا چاندی ہو یا روپیہ پیسہ۔ پھر وہ قیمت کئی سال بعد وصول ہوتو سب سالوں کی زکوٰۃ دینا واجب ہے۔ اور اگر سب ایک دفعہ میں وصول نہ ہو بلکہ تھوڑا تھوڑا کر کے ملے تو جب تک ساڑھے باون تولے چاندی یا اس کی قیمت وصول نہ ہو جائے تب تک زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ جب اتنا قرض وصول ہوتو سب سالوں کی زکوٰۃ دینا واجب ہے۔

ضعیف قرض

مثلاً شوہر کے ذمے مہر ہو وہ کئی سال کے بعد ملا اور اسی طرح کسی کاریگر نے کوئی کام کر کے دیا اور اجرت کئی سالوں بعد ملی تو اس کی زکوٰۃ کا حساب ملنے کے دن سے ہو گا۔ سابقہ سالوں کی زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ (بہشتی زیور)

زکوٰۃ سے بچنے کے لیے کچھ زیور اپنی نابالغ اولاد کو ہدیہ کرنا

اتنا کہنے سے کہ ''میں نے یہ زیور اپنی فلاں نابالغ بچی کو دیا یا اس کے نام کیا'' تو اتنا کہنے سے ہی وہ زیور والد یا والدہ کی ملکیت سے نکل کر بچی کی ملکیت میں آ جائے گا اور وہ والد یا والدہ کے پاس بچی کی امانت ہو جائے گا۔ والدہ کو اس کے عام استعمال کی اجازت نہ ہوگی البتہ کبھی مجبوری کے موقع میں پہننے کی گنجائش ہے۔ اگر استعمال کے درواان وہ ماں کی غفلت سے جاتا رہے تو ماں پر اس کا تاوان آئے گا۔

یہ تو ہے قانونی بات لیکن دینداری کا تقاضا یہ ہے کہ جس شخص کی اتنی آمدنی ہے کہ وہ زکوٰۃ آسانی سے دے سکتا ہے تو وہ ایسا کوئی طریقہ اختیار نہ کرے کیونکہ زکوٰۃ ادا کرنا عبادت کا کام ہے کوئی ٹیکس نہیں ہے۔

باب:22

فطرانہ اور قربانی کا نصاب

ایک شخص کے پاس صرف ایک یا دو تولہ سونا ہو جس کی قیمت لگائی جائے تو چاندی کا نصاب پورا ہو جاتا ہے یعنی ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت بن جاتی ہے اس کے علاوہ اس شخص کے پاس کچھ مال اور روپیہ پیسہ نہ ہو اور نہ ہی بنیادی ضروریات سے زائد سامان ہو تو اس شخص پر صدقہ فطر اور قربانی واجب ہے اور اس پر کسی دوسرے سے زکوٰۃ لینا بھی حرام ہے۔

سوال: اگر ایک شخص کے پاس صرف ایک یا دو تولے سونا یا تین سائمہ (میدان میں چرنے والے اور صرف نسل بڑھانے کے لیے) اونٹ ہوں جن کی قیمت لگائی جائے تو چاندی کا حساب پورا ہو جاتا ہے یعنی ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت بن جاتی ہے۔ مزید اس کے پاس کچھ نہ ہو تو کیا اس شخص پر قربانی واجب ہوگی یا نہیں؟

جواب: مذکورہ شخص پر قربانی واجب ہے اس مسئلہ کی تفصیل یہ ہے۔ قربانی اور صدقہ فطر کے وجوب اور زکوٰۃ لینے کی حرمت کے واسطے دو طرح کے نصاب ہیں:

پہلا نصاب

زکوٰۃ دینے کا نصاب۔ اس کی دلیل میں مندرجہ ذیل عبارتیں ہیں:

i۔ النصاب النامی السالم عن الدین الفاضل عن الحوائج الاصلیة الموجب لکل واجب مالی و النصاب الذی لیس بنام الفارغ عما ذکر الموجب لثلاثة صدقة الفطر و الاضحیة و نفقة القریب کل منهما محرم لاخذ الزکاة۔ (بحر الرائق:244/2)

(ترجمہ: نصاب نامی جوقرض سے سالم ہواور حوائج اصلیہ سے فارغ ہو۔ یہ ہر واجب مالی کا موجب ہوتا ہے۔ اور وہ نصاب جو نامی نہ ہو اور مذکور (یعنی قرض اور حوائج اصلیہ) سے فارغ ہو یہ نصاب تین چیزوں کو واجب کرتا ہے یعنی صدقہ فطر کو اور قربانی کو اور قریبی رشتہ دار کے نفقہ کو۔ ان دو نصابوں میں سے ہر ایک زکوٰۃ لینے کوحرام کرتا ہے)۔

ii۔ لا یصح لغنی یملک نصابا او ما یساوی قیمته من ای مال کان۔ (مراقی الفلاح)

(ترجمہ: زکوٰۃ لینا غنی کے لیے صحیح نہیں جو نصاب کا مالک ہو یا اس کی قیمت کا مالک ہو خواہ کسی بھی مال سے ہو)۔

iii۔ و لا الی غنی یملک قدر النصاب فارغ عن حاجة الاصلیة من ای مال کان اعلم ان النصب ثلاثة: نصاب نام سالم من الدین فاضل عن الحوائج الاصلیة وهو موجب لکل مالی کالزکاة و الکفارات بانواعها۔ و نصاب لیس بنام فارغ عما ذکر و یتعلق به وجوب الاضحیة و صدقة الفطر و نفقة الاقارب و حرمان اخذ الزکاة۔ و نصاب یتعلق به حرمة السؤال و هو من یملک قوت یومه والمراد الاولان و اطلاق النصاب علی الثالث مجاز شرعی۔ (طحطاوی علی الدر المحتار: 427/1)

(ترجمہ: زکوٰۃ لینا صحیح نہیں ہے ایسے غنی کو جو حاجت اصلیہ سے فارغ نصاب کے بقدر کسی بھی مال کا مالک ہو۔ جان لو کہ نصاب تین طرح کے ہیں ۸ ایک نصاب وہ ہے جو مال نامی کا ہو، قرض سے سالم ہو اور حوائج اصلیہ سے فارغ ہو۔ یہ ہر مالی حق جیسے زکوٰۃ اور تمام قسم کے کفارات کا موجب ہوتا ہے۔ دوسرا نصاب مال غیر نامی کا ہے اور یہ بھی مذکور (یعنی قرض و حاجت اصلیہ) سے فارغ ہو۔ اس نصاب کے ساتھ قربانی اور صدقہ فطر اور قریبی رشتہ داروں کے نفقہ کا وجوب اور زکوٰۃ لینے کی حرمت وابستہ ہے۔ تیسرا نصاب وہ ہے جس کے

ساتھ سوال کی حرمت وابستہ ہے اور یہ اس شخص کو حاصل ہے جو ایک دن کی خوراک اپنے پاس رکھتا ہو متن میں جو غنا مذکور ہے اس سے مراد پہلے دو نصاب ہیں جبکہ تیسرے پر نصاب کے لفظ کا اطلاق مجاز شرعی ہے)۔

دوسرا نصاب

بنیادی حاجتوں سے زائد 200 درہم یعنی ساڑھے باون تولہ چاندی کی مالیت کا سامان اور مال ہونا خواہ وہ کوئی سا بھی ہو۔ اس کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

i۔ لا یصح دفعها لغنی یملک نصابا او ما یساوی قیمته من ای مال کان فاضل عن حوائجه الاصلية۔ (مراقی الفلاح)

(ترجمہ: زکوٰۃ ایسے غنی کو دینا صحیح نہیں ہے جو نصاب کا مالک ہو یا نصاب کی قیمت کا مالک ہو خواہ کسی بھی مال سے ہو جبکہ وہ اس کے حوائج اصلیہ سے فارغ ہو)۔

ii۔ (قوله من ای مال کان) یعنی سواء کان دراهم او دنانیر او سوائم او عروضا للتجارة او لغير التجارة لكنه فاضل عن حاجته الاصلية۔ زاهدی (حاشية شلبی علی تبيين الحقائق: 302/1)

(ترجمہ: یہ کہنا کہ خواہ کسی بھی مال سے ہو تو اس سے مراد ہے کہ خواہ دراہم ہوں یا دنانیر ہوں یا چوپائے ہوں یا سامان ہو خواہ تجارتی ہو یا غیر تجارتی، البتہ حاجت اصلیہ سے فارغ ہو)۔

iii۔ واستدل له فی الکافی بقوله ﷺ من سال و له ما یغنیه فقد سال الناس الحافا قيل وما الذی یغنیه قال مئتا درهم او عدلها۔ فقد شمل الحديث اعتبار السائمة بالقيمة لاطلاقه۔ وقد نص علی اعتبار قيمة السوائم فی عدة كتب من غير خلاف فی الاشباه و السراج و الوهبانية وشرحيها والذخائر الاشرفية۔ وفی الجوهرة قال المرغينانی اذا كان له خمس من

الابل قیمتها اقل من مائتی درهم تحل له الزکاة و تجب علیه۔ و بهذا ظهر ان المعتبر نصاب النقد من ای مال کان بلغ نصابا من جنسه او لم یبلغ۔ (ردالمحتار، جلد:2)

(ترجمہ: کافی میں رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کہ جس نے غنا کے ہوتے ہوئے سوال کیا تو اس نے لپٹ کر سوال کیا پوچھا گیا کہ غنا کیا ہے فرمایا 200 درہم یا اس کے مساوی ۔۔۔ الخ یہ حدیث اپنے اطلاق کی بنا پر چوپایوں کی قیمت کو بھی شامل ہے اور بہت سی کتب مثلاً اشباہ اور سراج اور وہبانیہ اور اس کی دوشرحوں اور ذخائر اشرفیہ میں بلا اختلاف چوپایوں کی قیمت کا اعتبار کرنے کی تصریح ہے اور جوہرہ میں ہے کہ مرغینانی نے کہا جب آدمی کے پاس 5 اونٹ ہوں جن کی قیمت 200 درہم سے کم ہو تو اس کے لیے زکوٰۃ لینا حلال ہے اور اس پر زکوٰۃ دینا واجب بھی ہے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ نقدی کے نصاب کا اعتبار ہے خواہ کسی بھی مال سے ہو اور خواہ اس مال کی جنس میں نصاب پورا ہو یا نہ ہو)۔

مزید تفصیل ہماری کتاب ''فقہی مضامین'' میں ملاحظہ فرمائیں۔